ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

3

21 جنوری 2004ء — 28 ذی قعد 1424ھ

www.tanzeem.org

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ کَبَدٍ

لفظ ''انسان'' اگرچہ عام ہے اور اس کے عام ہونے کے کئی فائدے ہیں لیکن یہاں اس عام سے مراد خاص طور پر قرآن کے اوّلین مخاطب بنی اسماعیل بالخصوص قریش ہیں۔ سرزمین حرم میں ان کے بزرگ اجداد کی آمد اور سکونت اور ان کی ذریت کی ابتدائی تاریخ کا حوالہ دے کر قریش کو متنبہ فرمایا گیا ہے کہ آج اس سرزمین میں تم کو جو فراخیٔ رزق و رفاہیت حاصل ہے، یہ نہ سمجھو کہ یہی حال ہمیشہ سے رہا ہے یا یہ حالت تمہاری ذہانت وقابلیت کی بدولت ہوئی ہے۔ جس زمانے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہاں حضرت اسماعیل علیہ السلام کو بسایا ہے، اس وقت یہ علاقہ ایک بالکل بنجر، بے آب وگیاہ اور غیر مامون علاقہ تھا۔ یہاں کے لوگوں کی زندگی خانہ بدوشانہ اور نہایت مشقت کی زندگی تھی۔ معاش کا انحصار گلہ بانی پر تھا اور ہر شخص اپنی زندگی اور اپنے گلے کی حفاظت کا ذمہ دار خود تھا۔ لوگوں کی حفاظت کے لئے کوئی نظام عدل اور قانون موجود نہیں تھا لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب حضرت اسماعیل علیہ السلام کو یہاں بسایا تو ان کی اور ان کی اولاد کے لئے یہ دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ اس وادی غیر ذی زرع میں ان کو رزق وفضل سے بھی بہرہ مند فرمائے اور امن سے بھی متمتع رکھے۔ یہ اسی دعا کی برکت ہے کہ رزق کے دروازے بھی کھلے اور بیت اللہ کی تولیت اور اشہر حرم کی امن بخشی کی بدولت سفر اور تجارت کی راہیں بھی فراخ ہوئیں؛ جس سے ان کی معاشی حالت مشقت کی جگہ رفاہیت وخوشحالی میں تبدیل ہوگئی۔ یہاں تک کہ آج تم اس کے غرور میں نہ خدا کو خاطر میں لا رہے ہو نہ اس کے رسول کو بلکہ یہ سمجھ بیٹھے ہو کہ جو کچھ تمہیں حاصل ہے یہ تمہارا پیدائشی حق ہے، تم اس میں ہر قسم کے تصرف کے مجاز ہو' کسی کی طاقت نہیں ہے کہ تمہارے اس عیش اور اس آزادی میں خلل انداز ہو سکے۔

قریش کی اس غلط فہمی کو دور کرنے کے لئے قرآن نے جگہ جگہ حرم کی اس تاریخ کی یاددہانی کر کے ان کو متنبہ فرمایا ہے کہ اگر وہ اللہ کی بخشی ہوئی نعمت پا کر طغیان میں مبتلا ہو گئے تو یاد رکھیں کہ وہ خود اپنے ہی ہاتھوں اپنے ہی پاؤں پر کلہاڑی ماریں گے۔

مقصود اس تفصیل سے اس حقیقت کا اظہار ہے کہ آج قریش کو جو مال وجاہ اور جو سطوت واقتدار بھی حاصل ہے، اس میں نہ ان کی ذاتی سعی وتدبیر کو کوئی دخل ہے اور نہ ہی ان کے خاندانی استحقاق کو بلکہ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا اور بیت اللہ کی برکت ہے جس سے وہ بہرہ مند ہو رہے ہیں' اور یہ برکت ان کے لئے غیر مشروط نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی بندگی' بیت اللہ کے مقصد کی تکمیل اور ان کے اندر مبعوث ہونے والے رسول پر ایمان کے ساتھ مشروط ہے۔ اگر وہ ان شرطوں کے پابند رہیں گے تو ان کو یہ عزت وسرفرازی حاصل رہے گی ورنہ یہ سب چھن جائے گی۔ (امت مسلمہ امت وسط ہے' اس کی سربلندی کے لئے بھی یہی مطالبہ ہے)

تدبر قرآن' جلد ہشتم

تحریر: مولانا امین احسن اصلاحی

اس شمارے میں

اقوام سابقہ کا انکارِ رسالت

دینی مدارس کے لئے سرکاری امداد

سارک کانفرنس کے بعد **اعلانِ اسلام آباد**

تاریخ تحریکاتِ احیائے اسلام

اجتماع ملتزم رفقاء کا **آنکھوں دیکھا حال**

فیشن یا لبریشن (مکتوب شکاگو)

رب العالمین کی عبادت

عظیم لوگوں کا عظیم فیصلہ

دنیائے اسلام کی ہفتہ وار ڈائری

سورۃ البقرۃ (آیت275)

ڈاکٹر اسرار احمد

بسم اللہ الرحمٰن الرَّحیم

﴿یَمۡحَقُ اللّٰہُ الرِّبٰوا وَ یُرۡبِی الصَّدَقٰتِ ؕ وَاللّٰہُ لَا یُحِبُّ کُلَّ کَفَّارٍ اَثِیۡمٍ ﴿﴾ اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ لَھُمۡ اَجۡرُھُمۡ عِنۡدَ رَبِّھِمۡ ۚ وَلَا خَوۡفٌ عَلَیۡھِمۡ وَلَا ھُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ ﴿﴾ یٰۤاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَذَرُوۡا مَا بَقِیَ مِنَ الرِّبٰۤوا اِنۡ کُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ ﴿﴾ فَاِنۡ لَّمۡ تَفۡعَلُوۡا فَاۡذَنُوۡا بِحَرۡبٍ مِّنَ اللّٰہِ وَرَسُوۡلِہٖ ۚ وَاِنۡ تُبۡتُمۡ فَلَکُمۡ رُءُوۡسُ اَمۡوَالِکُمۡ ۚ لَا تَظۡلِمُوۡنَ وَلَا تُظۡلَمُوۡنَ ﴿﴾﴾

''اللہ سود کو نابود (یعنی بے برکت) کرتا اور خیرات (کی برکت) کو بڑھاتا ہے' اور اللہ کسی ناشکرے گنہگار کو دوست نہیں رکھتا۔ جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے اور نماز پڑھتے اور زکوٰۃ دیتے رہے ان کو ان کے کاموں کا صلہ اللہ کے ہاں ملے گا' اور (قیامت کے دن) اُن کو نہ کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ غمناک ہوں گے۔ مومنو! اللہ سے ڈرو اور اگر ایمان رکھتے ہو تو جتنا سود باقی رہ گیا ہے اس کو چھوڑ دو۔ اگر ایسا نہ کرو گے تو خبردار ہو جاؤ (کہ تم) اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرنے کیلئے (تیار ہوتے ہو) اور اگر توبہ کرلو گے (اور سود چھوڑ دو گے) تو تم کو اپنی اصل رقم لینے کا حق ہے جس میں نہ اوروں کا نقصان اور نہ تمہارا نقصان۔''

اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا ہے یعنی سودی نظام ناپسندیدہ ہے اور نتائج کے اعتبار سے انتہائی بھیانک۔ شیخ محمود احمد مرحوم نے ایک کتاب لکھی ہے Man & Money اس میں ثابت کیا گیا ہے کہ جہاں سود بڑھے گا' وہاں بے روزگاری بڑھے گی' افراطِ زر پیدا ہوگا اور شرح سود میں اضافہ ہوگا۔ یوں سود ایک (Vicious Circle) ہے جس کا نتیجہ تباہی ہے' وہ جلد آجائے یا دیر سے۔ بینک دیوالیہ ہو جاتے ہیں۔ کوریا کا حشر دیکھ لیجئے اور اس سے پہلے جو حشر روس کا ہوا وہ بھی سب کے سامنے ہے۔ سود کا نظام تو شیشے کے محل کی طرح ہے کہ ایک پتھر پڑے گا اور سارا محل آنِ واحد میں چکنا چور ہو جائے گا۔

ہاں اس کے برخلاف اللہ تعالیٰ صدقات کو پالتا ہے بڑھاتا ہے۔ صدقہ و خیرات سے مال میں برکت پیدا ہوتی ہے۔ اس حقیقت کو سورۃ الروم کی آیت 39 میں یوں واضح کیا گیا ہے کہ سود لوگوں کے مال میں اضافے کے لئے دیا جاتا ہے لیکن وہ اللہ کے ہاں پھولتا پھلتا نہیں۔ ہاں جو مال تم زکوٰۃ کے طور پر رضائے الٰہی کے لئے دیتے ہو تو ایسا مال دینے والے وہ لوگ ہیں جو مال میں کئی گنا اضافہ پاتے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ کو وہ سب لوگ بالکل پسند نہیں جو ناشکرے اور گناہ گار ہیں۔

پھر جو لوگ نیک عمل کریں یعنی حلال اور جائز کام کریں' حرام کے قریب نہ جائیں' کیونکہ اس کا چھوڑ دینا ہی لازم ہے' اور نماز قائم رکھیں اور زکوٰۃ ادا کرتے رہیں' تو ایسے لوگوں کے لئے ان کا اجر اُن کے پروردگار کے ہاں محفوظ ہے' نہ تو ان پر کوئی خوف طاری ہوگا اور نہ ہی وہ کسی غم سے دوچار ہوں گے۔

اے ایمان والو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور سود میں سے جو کچھ رہ گیا ہے وہ چھوڑ دو۔ آج فیصلہ کرلو کہ جو کچھ بھی تم نے کسی کو قرض دیا تھا' اب اس کا سود چھوڑ دینا ہے اگر تم مومن ہو' اور اگر تم نے ایسا نہ کیا یعنی اس حکم کے باوجود سود لیتے رہے تو کان کھول کر سن لو کہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے تمہارے خلاف اعلانِ جنگ ہے۔ یہ سود سے باز نہ آنے پر ultimatum ہے۔ آپ نے دیکھا کسی اور گناہ پر یہ الفاظ نہیں کہے گئے' صرف سود ایسا گناہ ہے جسے اللہ اور رسول کی طرف سے اعلان جنگ کہا گیا ہے۔ اگر تم نے توبہ کر لی تو تمہارے اصل رأس المال تمہیں لوٹا دیئے جائیں گے۔ یعنی سود چھوڑ دو اور اپنی اصل رقم واپس لے لو۔ نہ تم سود لے کر ظلم کرو اور نہ تم پر ظلم کیا جائے گا۔ یعنی تمہیں تمہاری اصل رقم سے محروم نہیں کیا جائے گا۔ اس کے تم حق دار رہو گے۔

فرمانِ نبویؐ

کسی مسلمان کی طرف ہتھیار سے اشارہ نہ کرو!

چوہدری رحمت اللہ بٹر

عَنۡ اَبِیۡ ھُرَیۡرَۃَ رضی اللہ عنہ قَالَ : قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ : ((لَا یُشِیۡرُ اَحَدُکُمۡ عَلٰی اَخِیۡہِ بِالسِّلَاحِ فَاِنَّہٗ لَا یَدۡرِیۡ لَعَلَّ الشَّیۡطَانَ یَنۡزِعُ فِیۡ یَدِہٖ فَیَقَعُ فِیۡ حُفۡرَۃٍ مِّنَ النَّارِ)) (متفق علیہ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی شخص اپنے (مسلمان) بھائی کی طرف ہتھیار سے اشارہ نہ کرے' اس لئے کہ اس کو نہیں معلوم کہ شاید شیطان اس کے ہاتھ سے ہتھیار کھینچ لے اور اس کی وجہ سے وہ (ہتھیار کا مالک) دوزخ کی آگ میں ڈال دیا جائے۔'' (بخاری و مسلم)

شیطان تو تاک میں رہتا ہی ہے' جہاں کوئی انسان چوکا اور اس لعین نے اس کو گناہ میں مبتلا کیا۔ اسی لئے فرمایا گیا کہ کسی مسلمان بھائی کی طرف ہتھیار سے اشارہ نہ کرو کہ مبادا شیطان تم پر اثر انداز ہو جائے اور وہ ہتھیار اشارے اشارے میں مسلمان بھائی کو جا لگے اور اس کی وجہ سے تم دوزخ کے سزاوار بنو۔

تا خلافت کی بنا' دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

قیام خلافت کا نقیب

ہفت روزہ لاہور

ندائے خلافت

شمارہ		جلد
	15 جنوری تا 21 جنوری 2004ء	
3	22 تا 28 ذی قعدہ 1424ھ	13

بانی: اقتدار احمد مرحوم

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید

مدیر انتظامی: سید قاسم محمود

مجلس ادارت

ڈاکٹر عبد الخالق۔ مرزا ایوب بیگ
سردار اعوان۔ محمد یونس جنجوعہ

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد' طابع: رشید احمد چوہدری
مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67۔ گڑھی شاہو' علامہ اقبال روڈ' لاہور
فون: 6366638-6316638 فیکس: 6305110
E-Mail: markaz@tanzeem.org

مقام اشاعت: 36۔ کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور
فون: 03-5869501

قیمت فی شمارہ: 5 روپے

سالانہ زر تعاون

اندرون ملک ...... 250 روپے

بیرون پاکستان

یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ (1500 روپے)
امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ (2200 روپے)

☆☆☆

''ادارہ'' کا مضمون نگار کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں

دینی مدارس کے لئے سرکاری امداد!

8 جنوری کو پاکستان کی ''قومی اقتصادی کونسل'' کی انتظامی کمیٹی (ایکنک) نے ایک کھرب 85 ارب 60 کروڑ روپے کے 33 بڑے منصوبوں کی منظوری دے دی ہے جن میں صحت' توانائی' پانی' تعمیرات' تعلیم' انفارمیشن ٹیکنالوجی' مواصلات اور آبپاشی کے کئی اہم منصوبے شامل ہیں۔ ان منصوبوں کے لئے مختص رقم میں 29 ارب 30 کروڑ روپے کا بیرونی زرمبادلہ بھی شامل کیا گیا ہے۔ تعلیم کے شعبے میں پونے چھ ارب روپے کا ''اصلاحاتِ مدرسہ پروگرام'' کا منصوبہ بھی رکھا گیا ہے' جس کے تحت منتخب دینی مدارس میں جدید علوم کی تعلیم و تدریس متعارف کرائی جائے گی۔ وفاقی وزیر خزانہ شوکت عزیز کی صدارت میں ہونے والے اس اجلاس میں بتایا گیا کہ ملک میں 8 ہزار مدارس میں انگریزی' حساب' معاشرتی علوم' جنرل سائنس' معاشیات اور کمپیوٹر سائنس جیسے مضامین بھی پڑھائے جائیں گے' جن سے مدرسوں اور عام تعلیمی اداروں میں پایا جانے والا خلا دور کرنے میں مدد ملے گی۔ حکومت ان مدارس کے اساتذہ کو تنخواہوں کے علاوہ گرانٹ اور نصابی کتب کی خریداری کے لئے رقم بھی دے گی۔ اساتذہ کے لئے تربیت اور دیگر ضروری سامان کی فراہمی کا بھی بندوبست کیا جائے گا۔

ہمارے دینی مدارس میں اصلاحات اور عصری علوم پر مبنی نصاب کی تدریس کے لئے حکومت کی طرف سے ایک خطیر رقم کی فراہمی اس اعتبار سے ایک اچھا فیصلہ ہے کہ دینی مدارس اور سرکاری تعلیمی اداروں میں پڑھائے جانے والے نصاب میں تضاد کی وجہ سے ایک ہی معاشرے کا حصہ ہونے کے باوجود دینی تعلیم حاصل کرنے والے اور عام تعلیمی اداروں میں پڑھنے والے طلبہ کے طرزِ فکر اور طرزِ معاشرت میں واضح فرق پایا جاتا ہے' جس کی وجہ سے ہمارے معاشرے میں بہت سی پیچیدگیاں ڈیڑھ سو سال سے چلی آ رہی ہیں۔ برعظیم پاک و ہند میں دینی اور دنیاوی علوم میں فرق کا آغاز 1857ء کی جنگ آزادی کے بعد انگریزوں نے ہندوستان کے اقتدار پر مکمل قبضہ جما کر عربی اور فارسی کی سرکاری حیثیت کو ختم کیا اور سرکاری سطح پر ایسے تعلیمی ادارے قائم کئے گئے جہاں انگریزی زبان کو ذریعۂ تعلیم قرار دے کر مغربی علوم پڑھائے جاتے۔ ان نئے حالات میں علماء نے دینی علوم کے تحفظ کے لئے ''اپنی مدد آپ'' کے تحت تعلیمی اداروں کا ایسا نظام قائم کیا جہاں ''صرف دینی علوم'' کی تعلیم و تدریس ہوتی تھی۔ ان اداروں میں عصری علوم اور انگریزی زبان کو شجر ممنوعہ قرار دیا گیا۔ یوں وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ فی نفسہٖ دنیاوی اور دینی علوم کے مابین اور ان کے تدریسی اداروں کے درمیان وسیع خلیج حائل ہوتی گئی اور مسلمانانِ ہند کی معاشرتی زندگی کا حال یہ ہو گیا کہ انہوں نے دینی مسائل اور مذہبی حصول کی ذمہ داری صرف علماء حضرات پر ڈال دی' اور علماء کرام نے بے شک اس ذمہ داری کو پورا کیا' لیکن عصری علوم سے آنکھیں بند کر لیں۔

دینی تعلیمی اداروں کے معاملے میں شروع ہی سے یہ زیادتی ہوتی رہی ہے کہ سرکاری سطح پر ان کے معاملات' دیکھ بھال اور ترقی و تعمیر پر کبھی توجہ نہیں دی گئی' بلکہ سرکاری تعلیمی اداروں کے مقابلے میں دینی مدارس کے ساتھ ہمیشہ امتیازی سلوک کیا گیا۔ سرکاری عدم توجہی کی وجہ سے بھی کچھ مذہبی حلقوں میں احساسِ محرومی پیدا ہوا اور بعض کی سوچ میں انتہا پسندی کا عنصر بھی شامل ہوا' جس کا حل بہر صورت یہی ہے کہ دینی مدارس کی قیادت کو اعتماد میں لے کر ایک جامع' خلوص پر مبنی شفاف پروگرام کے تحت انہیں ایسے مجموعی نظام تعلیم کے دھارے میں شامل کئے جائے جو اسلام کی اعتدال مزاجی اور توازن پسندی کے ساتھ ساتھ جدید عصری علوم کا نمائندہ بھی ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ دینی مدارس ڈیڑھ صدی سے حکومت سے کسی قسم کی امداد کے بغیر اپنے مصارف خود پورے کر رہے ہیں۔ اگر امداد دینا ہی ہے تو ان کی ہیئت بدلنے کی شرط کے بغیر دی جائے۔ جس کی ایک باوقار اور قابل عمل تجویز خود ''وفاق المدارس العربیہ'' نے دی ہے کہ یہ پونے چھ ارب روپے پانی' بجلی اور گیس کے محکموں کو دے دی جائے اور مدارس کو ان یوٹیلٹی بلوں سے مستثنیٰ قرار دیا جائے۔ حکومت کو دینی مدارس سے متعلق کوئی بھی فیصلہ ان کی قیادت کے مشورے کے بغیر نہیں کرنا چاہئے اور دینی مدارس کے نظام کو' جو خود صدر پرویز مشرف کے بقول ''دنیا کی سب سے بڑی تعلیمی این جی او ہے''۔ نقصان پہنچانے سے گریز کرنا چاہئے۔ ہمارے ارباب حل و عقد نے ایسا نہیں کیا تو پہلے سے موجود فکری ژولیدگی اور معاشرتی خلفشار میں مزید اضافہ ہوگا' جس کی ذمہ داری بہر حال انہیں پر عائد ہوگی۔ (اداریہ)

8 اسرائیلی وزارت خارجہ نے اس بات کی تصدیق کی ہے کہ ان کی حکومت لیبیا اور دیگر عرب ممالک کے ساتھ سفارتی تعلقات کے قیام کے لئے کوششیں کر رہی ہیں اور اس سلسلے میں فرانس میں خفیہ مذاکرات ہوئے ہیں ـــ انڈونیشیا میں بالی بم دھماکوں کے ایک مشتبہ ملزم احمد روشن نے انکشاف کیا ہے کہ جماعت اسلامیہ کے قائم مقام سربراہ ابو راسدان نے افغان مجاہدین کی فوجی اکیڈمی سے گریجویشن کی اعزازی ڈگری حاصل کی تھی اور انہیں تحفے کے طور پر پستول بھی دیا گیا تھا۔

9 مقبوضہ کشمیر میں ''یوم دعا'' منایا گیا۔ مساجد میں خطبات جمعہ میں جموں وکشمیر کے مسلمانوں کی آزادی کے لئے دعائیں مانگی گئیں۔ ''یوم دعا'' منانے کی اپیل کل جماعتی حریت کانفرنس کے چیئرمین سید علی گیلانی نے کی تھی ـــ پاکستان میں جنوبی وزیرستان کے صدر مقام وانا اور اس کے مضافات میں پاک فوج اور پیرا ملٹری فورس کا آپریشن کئی گھنٹے جاری رہا۔ قبائلی رہنما مرزا عالم نے اعلان کیا کہ امریکی اشاروں پر چادر اور چار دیواری کا تقدس پامال کیا جا رہا ہے۔ ہمارے علاقے میں کوئی غیر ملکی پناہ گزیں نہیں۔ اگر آپریشن بند نہ ہوا تو راست اقدام پر مجبور ہوں گے۔ پاکستان فوج کے ترجمان نے کہا کہ دہشت گردی کے خلاف مشن جاری رہے گی ـــ زلزلہ سے تباہ شدہ ایران کے شہر بام میں 13 دن بعد ملبے کے ڈھیر سے ایک 56 سالہ شخص جلیل کو زندہ نکال لیا گیا۔ یہ شخص لکڑی کے ایک تختے کے نیچے دبا ہوا تھا جس کے باعث وہ سانس لینے میں کامیاب ہوتا رہا۔ اسے یوکرین کے ایک ہسپتال میں داخل کرا دیا گیا ہے ـــ ترکی نے ملک بھر میں مقیم غیر مسلموں کو اپنے مذہب اور عقیدے کا اندراج اپنے شناختی کارڈ پر کرانے کی سہولت دے دی ہے اور اب الگ سرکاری رجسٹریشن اور دستاویز پیش کرنا نہیں پڑیں گی۔

10 بنگلہ دیش کی حکومت نے قادیانی لٹریچر چھاپنے، رکھنے اور تقسیم کرنے پر پابندی لگا دی ـــ جنوبی وزیرستان میں آج بھی پاک فوج کا آپریشن جاری رہا۔ راکٹ حملوں کے دوران پاک فوج کے چار جوان شہید اور پانچ زخمی ہو گئے ـــ بھارت میں انتہا پسند ہندو تنظیم وشوا ہندو پریشد (وی ایچ پی) نے بابری مسجد کی جگہ رام مندر بنانے کے لئے ایک مرتبہ پھر احتجاجی مہم شروع کرنے کا اعلان کیا ـــ انڈونیشیا میں پناہ کے خواہاں سات افغانیوں نے بھوک ہڑتال شروع کر دی۔ یہ افغان باشندے غیر قانونی تارکین وطن ہیں اور اقوام متحدہ کے ہائی کمیشن برائے مہاجرین نے انہیں پناہ گزیں کا درجہ دے دیا ہے لیکن انڈونیشیا کی حکومت نے انہیں ملک سے فوراً نکل جانے کا حکم دیا ہے۔

11 افغانستان کے صدر حامد کرزئی نے امسال جون میں ہونے والے جمہوری صدارتی الیکشن میں حصہ لینے کا اعلان کر دیا ہے۔ اب تک افغانستان میں تین لاکھ ووٹروں کا اندراج ہو چکا ہے ـــ فلسطین کی مزاحمتی تنظیم ''حماس'' کے سربراہ شیخ احمد یاسین نے کہا کہ اگر غزہ کی پٹی اور مغربی کنارے کے تمام علاقے پر مشتمل فلسطینی ریاست قائم کر دی جائے تو ان کی تنظیم اسرائیل کے ساتھ امن پر غور کرنے کے لئے تیار ہے ـــ پاکستان مخالف سرگرمیوں کی بنا پر فرانس کے دو صحافیوں رپورٹر جوئل مارک اور فوٹو گرافر جین پال پرویزے کے بغیر کوئٹہ جانے کا الزام ثابت ہو گیا جس پر سیشن کورٹ نے انہیں چھ چھ ماہ قید کی سزا سنائی۔

12 ایران میں انتہا پسند 12 رکنی شوریٰ نگہبان نے آئندہ پارلیمانی انتخابات میں تقریباً چار ہزار اصلاح پسند امیدواروں کو نااہل قرار دے دیا جن میں سب سے بڑی اصلاح پسند جماعت کے سربراہ صدر خاتمی کے بھائی موجودہ ڈپٹی سپیکر سمیت 80 ارکان پارلیمنٹ بھی شامل ہیں۔ وزارت داخلہ نے اس فیصلے کو غیر قانونی قرار دے کر اسے نافذ کرنے سے انکار کر دیا ہے ـــ افغانستان کے لئے اقوام متحدہ کے سابق خصوصی نمائندے الاخضر براہیمی نے کہا ہے کہ افغان عوام کے تحفظ کے لئے افغانستان میں دس ہزار مزید فوجیوں کی ضرورت ہے اور اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل کوفی عنان سیکورٹی فوج کی تعیناتی میں مزید دو سال کی توسیع کے لئے کوشش کر رہے ہیں ـــ پاکستان کی سرحد کے قریب شہر اوک کے علاقے میں طالبان نے حملہ کر کے 5 افغان فوجیوں کو ہلاک کر دیا جبکہ ایک دھماکے میں 4 طالبان شہید ہو گئے ـــ مصر کے دارالحکومت قاہرہ میں ہزاروں خواتین نے جامعہ الازہر کے صدر مفتی محمد سعید طنطاوی کے خلاف احتجاجی مظاہرہ کیا۔ مظاہرے میں طالبات کی ایک بڑی تعداد نے شرکت کی۔ مظاہرین نے مفتی صاحب کی جانب سے حجاب پر پابندی کے فرانسیسی حکومت کے فیصلے کی مذمت نہ کرنے پر شدید تنقید کی اور ان کے خلاف نعرے بازی کی۔

13 شام کے صدر بشار الاسد نے امن سمجھوتے کے لئے اسرائیل کا دورہ کرنے کی دعوت مسترد کر دی۔ اسرائیل کے صدر موشے کیتساف نے انہیں اسرائیل کا دورہ دیتے ہوئے کہا تھا کہ میں پوری سنجیدگی کے ساتھ دعوت دے رہا ہوں۔ وہ آئیں اور امن سمجھوتے کی شرائط طے کریں۔ اس کے ساتھ ہی اسرائیل کے نخت گیر وزیر اعظم شیرون نے شام پر الزام لگایا تھا کہ عراق کی جنگ کے بعد شام اسرائیل کے خلاف لبنان اور ایران کی مدد کر رہا ہے۔ شام کے صدر نے کہا کہ وہ اسرائیل سے لبنان کے مقبوضہ علاقے واگزار کرانے کے لئے ''حزب اللہ'' کی مزاحمتی تحریک کی حمایت جاری رکھیں گے ـــ اس سال روس کے 5500 مسلمان فریضہ حج ادا کریں گے جبکہ گزشتہ سال چار ہزار روسی مسلمانوں نے حج کیا تھا ـــ لبنان میں ایک نئے اسلامی بنک ''عرب فنانس ہاؤس'' نے ایک کروڑ ڈالر کے سرمایے سے کام شروع کر دیا۔ اس بنک کا افتتاح لبنان کے وزیر اعظم رفیق ہیریری نے کیا ـــ مصر کی حکومت نے انتہا پسندی اور دہشت گردی کے خطرات کے تدارک کے پیش نظر تمام مساجد کو سرکاری تحویل میں لینے کا فیصلہ کیا ہے۔

14 پاکستان نے نئی دہلی اور اسلام آباد میں پاکستان اور بھارت کے ہائی کمشنوں میں عملے کی تعداد 55 سے بڑھا کر 75 کرنے اور دونوں ملکوں کے سفارت کاروں کی نقل و حرکت پر پابندیاں نرم کرنے کی بھارتی تجویز سے اتفاق کیا ہے ـــ کل شام نے اسرائیل سے مذاکرات کی تجویز مسترد کر دی تھی۔ آج غیر مشروط مذاکرات کے لئے آمادہ ہو گیا' کیونکہ اسرائیل کے وزیر اعظم نے وعدہ کیا ہے کہ وہ غزہ پٹی خالی کر دیں گے ـــ مصر کی مقبول سیاسی و مذہبی جماعت ''اخوان المسلمین'' اس مرتبہ ریفرنڈم کی بجائے خفیہ ووٹ کے ذریعے اپنے سربراہ کا انتخاب کرے گی۔ سربراہ منتخب ہونے کے لئے 50 فی صد ووٹ حاصل کرنا ضروری ہے۔ اخوان کے سربراہ مامون الہضیبی کا انتقال جمعہ 9 جنوری 2003ء کو ہوا تھا جو مصطفیٰ مشہور کی جگہ اکتوبر 2002ء میں نئے سربراہ منتخب ہوئے تھے ـــ حکومت پاکستان نے بنگلہ دیش بہاریوں کو قبول کرنے سے انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ ان کی آبادکاری ایک پالیسی معاملہ ہے اور اتنی بڑی تعداد میں بہاریوں کو آباد کرنے کی ذمہ داری پاکستان پر عائد نہیں کی جا سکتی۔ انہیں بنگلہ دیش میں ووٹ کا حق مل گیا ہے۔ شہریت بھی مل جائے گی۔ انہیں محض پاکستان سے محبت کی بنیاد پر یہاں آباد کیا جا سکتا ہے اور نہ برادرانہ تعلقات کی بنا پر شہریت دی جا سکتی ہے۔ 1971ء کے بعد پیدا ہونے والے بہاری بچوں کو قدرتاً بنگلہ دیش سے محبت ہو گی اور انہیں اس ملک کی شہریت ملنی چاہئے۔

اقوامِ سابقہ کا انکارِ رسالت

مسجد دارالسلام باغ جناح' لاہور میں امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید کے 9 جنوری 2004ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

آج سورۂ بنی اسرائیل کی آیات 100 تا 104 زیرِ مطالعہ ہیں۔ آیت 101 سے سورۂ مبارکہ کا آخری رکوع شروع ہو جاتا ہے۔ اس سے پہلا رکوع ہم نے پچھلی بار پڑھا تھا' لیکن اس کی ایک آیت رہ گئی تھی۔ اس آخری رکوع میں بعض اعتبارات سے بڑے اہم مضامین آئے ہیں۔ آپ کو یاد ہوگا کہ پچھلے رکوع میں سب سے پہلے یہ بات آئی تھی کہ رسولوں کا انکار جو قومیں کرتی رہی ہیں ان کا ہمیشہ ایک عذر' ایک بہانہ سرفہرست ہوتا تھا کہ ہم یہ بات نہیں مان سکتے کہ ایک بشر رسول بھی ہو سکتا ہے۔ اگر اللہ نے کسی کو نمائندہ بنا کر بھیجنا ہے تو کسی فرشتے کو نازل کرے۔ بشریت ہمیشہ رسالت کے اقرار میں ایک رکاوٹ بنی رہی۔ اصل میں یہ رکاوٹ نہیں تھی بلکہ ایک بہانہ تھا' ہم اسے عذرِ لنگ کہیں گے۔ جب ایک شخص طے کر لے کہ میں نے کسی بات کو نہیں ماننا تو اب اس کے لئے وہ بہانے تلاش کرتا ہے' دلائل اکٹھے کرتا ہے۔ ان کے اس بہانے کے جواب میں یہ بات فرمائی گئی:

﴿قُلْ لَّوْ كَانَ فِي الْاَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ يَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّيْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا ۝﴾

''(اے نبیؐ) آپ کہہ دیجئے کہ اگر اس زمین پر فرشتے چلتے پھرتے ہوتے اور وہ یہاں پر رہائش پذیر ہوتے تو ہم ان کے لئے آسمان سے کسی فرشتے ہی کو رسول بنا کر بھیجتے۔''

یعنی فرشتوں کے لئے حجت فرشتہ ہو سکتا ہے جبکہ انسان کے لئے حجت ایک انسان ہی ہو سکتا ہے۔ سورۃ النساء میں رسول بھیجنے کی غرض و غایت ان الفاظ میں واضح کی گئی ہے:

﴿رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ﴾
(آیت: 165)

''یہ رسول (جو ہم بھیجتے رہے ہیں) بشارت دینے والے اور خبردار (warn) کرنے والے ہیں تا کہ ان کو مبعوث کر دینے کے بعد لوگوں کے پاس اللہ کے مقابلہ میں کوئی حجت نہ رہے۔''

یعنی لوگ اللہ کی عدالت میں یہ نہ کہہ سکیں کہ ہمیں پتہ نہیں تھا کہ تو چاہتا کیا ہے اور صراطِ مستقیم کے سنگہائے میل کون سے ہیں! اگرچہ انسان کی فطرت میں اللہ نے جو ایک Divine Spark رکھا ہے وہ اللہ کو بھی پہچانتا ہے' اس ''روح'' میں خیر و شر کی تمیز بھی ہے اور اللہ سے محبت کا داعیہ بھی ہے' لیکن یہ ساری چیزیں ذرا مخفی تھیں اور جن لوگوں تک رسول نہیں پہنچے ان سے محاسبہ انہی بنیادوں پر ہوگا۔ البتہ جب رسول اللہ کا پیغام پہنچا دے اور یہ واضح کر دے کہ یہ حق ہے یہ باطل ہے' یہ صحیح راستہ ہے' یہ غلط ہے' یہ حلال ہے یہ حرام ہے' یہ جائز ہے یہ ناجائز ہے' فکری اعتبار سے بھی مکمل رہنمائی دے اور عملی اعتبار سے بھی نمونہ بن کر دکھا دے تو اب قیامت کے دن اللہ کے محاسبے کے against کوئی شخص کھڑا ہو کر یہ نہیں کہہ سکے گا کہ پروردگار! مجھے معلوم نہیں تھا کہ تو کیا چاہتا تھا اور تیری رضا کس میں تھی!

یہ عذر انسان دنیا میں بھی تراشتا ہے اور وہاں جا کر بھی بہانے بنانے کی کوشش کرے گا۔ سورۂ مجادلہ میں یہ الفاظ آئے ہیں ﴿فَيَحْلِفُوْنَ لَهٗ كَمَا يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ﴾ یعنی اے نبیؐ! یہ منافقین جیسے آپؐ کے سامنے جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں اللہ کے سامنے بھی کوشش کریں گے کہ جھوٹی قسمیں کھا کر بچ نکلیں۔

اتمامِ حجت یہ ہے کہ رسول اپنی بات ہر اعتبار سے سمجھا دیں' نہ صرف اپنے قول سے اس کے ہر پہلو کو واضح کر دیں بلکہ اپنے عمل سے بھی نمونہ پیش کر دیں' تا کہ ان کے حیلے بہانوں کا دروازہ ہمیشہ کے لئے بند ہو جائے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اسی قوم کی زبان میں اللہ کا پیغام لے کر آتا ہے۔ اب اگر فرشتہ اللہ کا پیغام پہنچائے گا تو عملی نمونہ نہیں بن سکتا۔ اس لئے کہ پھر لوگ کہیں گے کہ یہ تو فرشتہ ہے' اس کے ساتھ کوئی بشری تقاضے اور کمزوریاں نہیں ہیں' لہٰذا اگر اس نے نیک بن کر دکھا دیا تو اس نے کیا کمال کیا۔ پھر وہ حجت مکمل نہیں ہوتی' جبکہ رسالت کا اصل مقصد حجت مکمل کر کے عذر کو قطع کرنا ہے۔

رسول کی حیثیت محض ڈاک کے ہرکارے کی نہیں ہوتی' بلکہ وحیِ الٰہی اور رسول کی شخصیت مل کر ''البیّنۃ'' کی تکمیل کرتی ہیں۔ رسول محض ''پیغام بر'' نہیں ہوتا' بلکہ ''مطاع'' ہوتا ہے۔ از روئے الفاظِ قرآنی: ﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ﴾ (النساء: 64) ''جس رسول کو بھی ہم نے بھیجا تو اس لئے کہ اس کی اطاعت کی جائے اللہ کے حکم سے''۔ اللہ تعالیٰ ایک روشن دلیل کتابوں کی شکل میں بھیجتا ہے اور اسی روشن دلیل کا دوسرا جزو نبی کی شخصیت' اس کا کردار' اس کی امانت اور اس کی صداقت ہے' جس کا قوم لوہا مانتی ہے۔ قرآن حکیم میں یہ حقیقت سورۃ البیّنۃ میں بھی واضح کی گئی ہے اور سورۃ الطلاق میں بھی۔ چنانچہ قرآن کو اور حضورؐ کو علیحدہ نہیں کیا جا سکتا' اور جو اس کی کوشش کرتا ہے وہ اصل میں شیطان کے رستے پر چل رہا ہوتا ہے' یہ بولہبی ہے' فتنۂ انکارِ حدیث اور استخفافِ حدیث اس دور کا سب سے بڑا فتنہ ہے۔ اقبال حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی شان بیان فرماتے ہیں:

بہ مصطفیٰؐ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست!

یعنی اپنے آپ کو محمد مصطفیٰ ﷺ کے قدموں تک پہنچا دو کہ دین تو کل کا کل آپؐ ہی کا نام ہے۔

محمد رسول اللہ ﷺ کا انکار کر کے تم قرآن کو کیسے مان سکتے ہو؟ تم آنحضور ﷺ کی عظمت کو اور اہمیت کو نہیں گھٹا رہے' قرآن ہی کا انکار کر رہے ہو۔ قرآن کہتا ہے ''جو کچھ رسول تمہیں دیں اسے تھامو اور جس چیز سے روک دیں اس سے باز آ جاؤ۔'' معیارِ حق خود رسول ﷺ کی ذات ہے۔ از روئے الفاظِ قرآنی: ''جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی''۔ سورۃ النجم میں ارشاد ہوا کہ ''یہ اپنے طرف سے خواہشِ نفس سے کوئی بات نہیں کہتے' یہ تو ایک وحی ہے جو اُن پر نازل کی جاتی ہے''۔ سورۃ آلِ عمران میں ارشاد ہوا کہ اے نبیؐ! ان سے کہہ دیجئے: ''اگر تم اللہ سے محبت کرنا چاہتے ہو تو میرا اتباع کرو' اللہ تم سے محبت کرنے لگے گا''۔ اندازہ کیجئے کہ اتباعِ رسول کتنا بلند مقام ہے! اس سے جو بھی ہٹ کر راستہ ہے بولہبی ہے' چاہے بظاہر عقلی دلائل کے خوشنما لبادے اوڑھا کر اس کو پیش کیا گیا ہو۔ یہ ابولہب کا فکر ہے جو آج دین کے نام پر پھیلایا جا رہا ہے۔ چنانچہ ایک مقام پر اقبال کہتے ہیں: عشق

تمام مصطفیٰ عقل تمام بولہب! یہ ابولہبی اصل میں عقلی دلائل اور عقلی پردوں میں مستور ہو کر آتی ہے کہ فلاں فرمانِ رسول ہمارے عقل کے پیمانے پر پورا نہیں اترتا! کیا آپ کی عقل رسول کی عقل سے بڑھ کر ہے؟ اقبال کا ایک اور شعر یاد آ رہا ہے

صبح ازل یہ مجھ سے کہا جبرئیل نے
جو عقل کا غلام ہو وہ دل نہ کر قبول!

اب ہم اپنے آج کے سبق کی طرف آتے ہیں۔ سورۂ بنی اسرائیل کی آیت 100 میں ارشاد ہوا:

''(اے نبیؐ!) ان سے کہہ دیجیے: اگر کہیں میرے رب کی رحمت کے خزانے تمہارے قبضے میں ہوتے تو تم خرچ ہو جانے کے اندیشے سے ضرور اُن کو روک کر رکھتے۔ واقعی انسان بڑا تنگ دل واقع ہوا ہے''۔

انسان کے اندر اس کی سرشت کے کمزوری کے پہلو ہیں، نفس اور جسمانی وجود کے اپنے تقاضے، اپنی حدود و قیود (limitations) اور اپنی خامیاں ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ اگر کوئی خیر مل جائے تو خزانے کا سانپ بن جاتا ہے، دوسروں کو اس میں سے کچھ دینے پر طبیعت نہیں مانتی، اس کی خواہش ہوتی ہے کہ سارے کا سارا میں خود ہی سمیٹ لوں۔ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی رحمت کے خزانوں میں سے سب سے بڑا انعام ہے جو اس نے نوعِ انسانی کو دیا ہے۔ اس کے حوالے سے بھی بنی اسرائیل کو یہ اعتراض تھا کہ وحی و نبوت کی یہ نعمت ہمارے پاس سے سلب ہو کر بنو اسماعیل میں کیوں چلی گئی؟ لہٰذا اس بنیاد پر انہوں نے قرآن پاک پر ایمان لانے سے انکار کر دیا۔ یہاں ارشاد ہوا کہ اگر اللہ تعالیٰ اس کا اختیار تمہیں دے دیتا تو تم اس پر خزانے کا سانپ بن کر بیٹھ جاتے، نہ خود اس نعمت سے فائدہ اٹھاتے، نہ دوسروں کو اٹھانے دیتے۔ اور یہ انسان کی طبعی کمزوریوں میں سے ہے کہ بڑا تنگ دل اور کم ظرف ہے۔

میں نے پہلے عرض کیا تھا کہ اس سورۂ مبارکہ کے اول و آخر بنی اسرائیل کا تذکرہ ہے۔ پہلے رکوع میں بھی بنی اسرائیل کی تاریخ کے دو ادوار، بڑی جامعیت کے ساتھ بیان ہوئے ہیں اور آخر میں اب بھی بنی اسرائیل کا ذکر آ رہا ہے۔ فرمایا:

''ہم نے موسیٰؑ کو نو نشانیاں کھلی کھلی عطا کی تھیں (جو صریح طور پر دکھائی دے رہی تھیں) تو اب ذرا ان بنی اسرائیل سے پوچھو کہ جب موسیٰؑ ان کے ہاں آئے تو فرعون نے یہی کہا تھا نا کہ ''اے موسیٰؑ!'' میں سمجھتا ہوں تو ایک سحر زدہ آدمی ہے!''

سورۂ بنی اسرائیل ہجرتِ مدینہ سے متصلاً قبل نازل ہو رہی ہے اور مشرکین مکہ کا مدینہ کے یہودیوں کے ساتھ پہلے سے رابطہ تھا۔ ان کے پٹی پڑھانے پر ہی انہوں نے یہ سوال کیے تھے کہ روح کسے کہتے ہیں؟ ذوالقرنین کون ہے؟ اور اصحاب کہف کون تھے؟ تو ذرا ان بنی اسرائیل سے جا کر پوچھو کہ جو قرآن بتا رہا ہے وہ حق ہے کہ نہیں؟ یہ خود اس کے حق ہونے کی گواہی دیں گے۔

تو فرعون نے ان نشانیوں کو دیکھ کر حضرت موسیٰؑ سے کہا تھا کہ میں تو سمجھتا ہوں کہ تم پر کوئی جادو کا اثر ہے، جو تم پیش کر رہے ہو، یہ بھی جادو ہے، میں ان نشانیوں اور ان معجزات سے مرعوب ہونے والا نہیں ہوں۔

حضرت موسیٰؑ کو جو نو نشانیاں دی گئی تھیں ان میں سب سے نمایاں نشانی عصائے موسیٰ تھی۔ دوسری نشانی ید بیضا تھی کہ اپنے بغل میں ہاتھ ڈالو اور جب نکالو گے تو وہ چمکتا ہوا ہوگا۔ اس کے علاوہ کچھ عذاب تھے جو آلِ فرعون پر مسلط کیے گئے۔ چنانچہ ان پر قحط سالی کا عذاب آیا، طوفان اور ٹڈی دل جیسے عذاب آئے۔ جوؤں اور مینڈکوں کا عذاب آیا کہ پورے جسم میں اور کپڑوں میں ہر جگہ جوئیں موجود ہیں اور ہر جگہ مینڈک اچھل رہے ہیں۔ اسی طریقے سے خون کا عذاب کہ جو چیز بھی پینے لگتے اس کے اندر خون ہوتا۔ سورۂ اعراف میں یہ مضمون آیا ہے کہ جب بھی ان پر اس قسم کا عذاب مسلط ہوتا تھا تو وہ سمجھ جاتے تھے کہ موسیٰ کے رب نے ہم پر یہ مشکل ڈالی ہے۔ چنانچہ وہ حضرت موسیٰ کے پاس آتے کہ اپنے رب سے دعا کرو کہ اس عذاب کو ہم سے ٹال دے، اور اگر یہ عذاب ہم سے دور ہو گیا تو ہم لازماً ایمان لے آئیں گے۔ وہ جانتے تھے کہ اللہ کا پیغمبر ہمارے درمیان موجود ہے اور اللہ کا عذاب اسی کی دعا سے ٹل سکتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود فرعون اور آلِ فرعون نے مان کر نہیں دیا۔ اس مضمون کو دو رکوع پیچھے کے مضمون کے ساتھ جوڑنے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ مشرکین مکہ جو مطالبہ کر رہے ہیں کہ ہماری نگاہوں کے سامنے مکہ کی سنگلاخ وادی میں ایک بہترین باغ بن جائے، اس کے اندر ندی بھی جاری ہو جائے اور اس میں آپ کے لئے سونے کا محل تعمیر ہو جائے، آپ ہمارے سامنے آسمان پر سیڑھی لگا کر چڑھیں اور اتریں تو آپ کے ہاتھ میں کتاب ہو جس کو ہم چھو کر بھی دیکھیں، اس قسم کا حسی معجزہ آپ دکھائیں گے تو ہم ایمان لائیں گے۔ واضح کر دیا گیا کہ سابقہ قوموں نے بھی حسی معجزات دیکھ کر بھی بات نہیں مانی۔ اگر تم ہدایت چاہتے تو قرآن سے بڑھ کر کوئی شے نہیں۔ یہ الہدیٰ ہے، آنکھیں کھولنے والے والی شے یہ ہے۔ اس میں ہدایت کا مکمل سامان موجود ہے۔ ہاں اگر یہ مخالفین ہٹ دھرم بن کر اور ضد میں آ کر کہیں کہ نہیں فلاں معجزہ دکھاؤ تو یہ نہ سمجھنا کہ وہ معجزہ دیکھ کر مان جائیں گے۔ انہوں نے یہی کہنا ہے کہ ہماری آنکھوں پر جادو کر دیا گیا ہے اور یہ سب جادو کے کرتب ہیں جو ہم دیکھتے ہیں۔

موسیٰ علیہ السلام کی قوم نو معجزات دیکھ کر نہیں مانی تھی۔ فرعون کے جواب میں حضرت موسیٰؑ نے فرمایا:

''(موسیٰؑ نے) کہا کہ اے فرعون! تو خوب جانتا ہے کہ یہ آنکھیں کھولنے والے معجزے جو تمہارے سامنے آئے ہیں، ان کو نازل کرنے والا کوئی نہیں ہے سوائے آسمانوں اور زمین کے ربّ کے۔''

تم خوب جانتے ہو کہ یہ جادو نہیں ہے، بلکہ تم نے یہ موقف لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے اپنایا ہے۔

''اور اے فرعون! میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ تم ہلاک ہو کر رہو گے''۔

اتنے معجزات دیکھ کر بھی اگر تم ایمان نہیں لائے تو ہلاکت اب تمہارا مقدر ہے۔ میں تو تمہاری خیرخواہی چاہتا تھا، تمہیں دعوت دی تھی، تم نہیں مانتے تو تم خود اپنے آپ کو ہلاکت سے دوچار کرتے ہو اور وہ تمہارا مقدر بن گئی۔

''آخرکار اس نے ارادہ کیا کہ بنی اسرائیل کے قدم زمین سے اکھاڑ دے''۔

یعنی ایک مرحلے پر آ کر فرعون کو بھی یہ احساس ہوا کہ موسیٰ اور ان کی قوم ہمارے لئے مصیبت بن جائیں گے۔ کسی طرح اس بلا کو ٹالا جائے۔

اسی سورت کی آیت 76 میں ہم یہ الفاظ پڑھ چکے ہیں کہ اے نبی! تو چاہتے ہیں کہ آپ کے قدم اس زمین سے اکھاڑ دیں، مکہ سے آپ کو بے دخل کر دیں، مسلمانوں کو یہاں سے دیس نکالا دے دیں۔ یہ وہی تاریخ اپنے آپ کو دہرا رہی ہے۔ جب فرعون نے موسیٰؑ اور ان کی قوم کے قدم اکھاڑنے کی کوشش کی تو نتیجہ کیا ہوا: ''تو ہم نے فرعون کو اور جو اس کے ساتھ تھے سب کو غرق کر دیا۔'' اور جو کمزور تھے، لاچار تھے اللہ نے ان کو بچا لیا۔ تو ان آیات میں قریش کے لئے پیغام ہے کہ تم بھی چاہتے ہو کہ ہمارے نبی کے قدم یہاں سے اکھاڑ دو۔ کیا تم فرعون کے انجام سے سبق نہیں سیکھتے جبکہ حقیقت تم پر واضح ہو چکی ہے۔ قرآن مجید نے ہر اسلوب سے بات واضح کر دی ہے اور رسول اللہ ﷺ نے اپنے قول اور عمل سے حجت قائم کر دی، دین کی گواہی مکمل کر دی۔ اب بھی اگر تم نہیں مانو گے تو تمہارا حشر بھی وہی ہوگا۔

''اور پھر اس کے بعد کہا بنی اسرائیل سے کہ اب تم زمین میں سکونت اختیار کرو، جو تمہارا دشمن تھا فرعون اور اس کی قوم وہ تو سب تباہ ہوئے، اب تم یہاں زمین پر رہو بسو تم یہاں کے مختار ہو۔ اللہ نے تمہیں زمین میں تمکن عطا کر دیا ہے''۔

''اور جب آخرت کا وعدہ آئے گا تو ہم تم سب

کوسمیٹ کر لے آئیں گے۔''

دیکھئے ایک تو اس آیت کا سیدھا سادہ مفہوم ہے اور تقریباً تمام مفسرین نے اسی کی طرف اشارہ کیا ہے کہ جب وہ آخری بات آئے گی' جب وہ قیامت کا دن آئے گا تو ہم تم سب کو اکٹھا کر کے ایک جگہ لے آئیں گے۔ لیکن قرآنی سکالرز اور اہلِ علم نے یہ نکتہ بھی نکالا ہے کہ اصل میں یہاں آخرت کے وعدے سے مراد وہ وعدہ ہے جو بنی اسرائیل کے ساتھ اسی دنیا میں قیامت سے پہلے پورا ہونا ہے۔ بنی اسرائیل کا معاملہ یہ ہے کہ ان کی طرف حضرت عیسیٰؑ رسول بنا کر بھیجے گئے تھے۔ اور رسولوں کے بارے میں اللہ کی سنت یہ ہے کہ جو قوم اتمامِ حجت ہونے کے بعد اللہ کے رسول کا انکار کر دے' جھٹلا دے' اور پھر رسول کو ہلاک کرنے یا زمین سے نکالنے پر تل جائے تو اس پوری قوم کو ہلاک کر دیا جاتا ہے۔ قرآن مجید میں چھ رسولوں کی اقوام کا بار بار ذکر ہے' ان سب کی ایک ہی Story ہے کہ جب معاملہ یہاں تک پہنچ گیا تو اللہ تعالیٰ نے رسول اور ان کے ساتھ ایمان لانے والے مٹھی بھر افراد کو بچا لیا اور پوری قوم کو رسول کی نگاہوں کے سامنے تباہ و برباد کر دیا۔

بنی اسرائیل کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک خاص معاملہ ہوا۔ بنی اسرائیل نے حضرت عیسیٰؑ کا انکار کر دیا۔ بنی اسرائیل کے علماء نے فتویٰ دیا تھا کہ یہ شخص جادوگر ہے' مرتد ہے' واجب القتل ہے' لہٰذا اسے سولی پر لٹکایا جائے۔ اُس وقت اس علاقے میں سلطنت روما کی حکمرانی تھی اور رومن گورنر یہ کہتا رہا کہ ہمیں تو اس شخص کے اندر کوئی برائی نظر نہیں آ رہی ہے' ہمارے اعتبار سے تو یہ مجرم نہیں ہے' اگر تم کہتے ہو کہ یہ تمہارا مذہبی مجرم ہے تو ٹھیک ہے' تمہارے فتوے کو ہم execute کر دیتے ہیں۔ وہ تو قرآن کہتا ہے کہ نہ انہوں نے ان کو سولی دی نہ قتل کیا' بلکہ اللہ نے انہیں اپنی طرف اٹھا لیا تو اس قوم پر اللہ کی طرف سے جو آخری سزا آنی ہے وہ ابھی deferred ہے۔ اس میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ اس آخری اُمت اُمتِ محمدؐ کو بھی اللہ نے ایک سزا دینی ہے' اس لئے کہ اس نے بھی وہی روش اختیار کی جو یہود نے اختیار کی تھی۔ یعنی اللہ کے دین سے اور اللہ کی کتاب سے بے وفائی اور غداری کی سزا آج کل اس امت کو مل رہی ہے۔ اور اس میں اس مغضوب علیہم قوم کا اہم کردار ہے۔

70-80ء کے بعد سے یہودی پوری دنیا میں منتشر ہو گئے تھے' کہیں انہیں تمکن عطا نہیں ہوا اور ہر جگہ ان کی پٹائی ہوتی رہی۔ یہ معاملہ ساڑھے اٹھارہ سو سال تک ان کے ساتھ ہوا ہے۔ اب انہیں کچھ مہلت ملی اور ریاست اسرائیل قائم ہوئی۔ آج وہ شیطان ابلیس کے بہت بڑے نمائندے اور اس کے ایجنٹ ہیں اور یورپ کی مشینوں کا سہارا بھی انہیں حاصل ہے۔ اور یہ سب کچھ اب عالم اسلام کے خلاف استعمال ہو رہا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آخر کار ہونا یہ ہے کہ جب ہمارا آخری وعدہ آئے گا تو ہم تمہیں سمیٹ کر پھر ایک جگہ اکٹھا کر دیں گے۔ چنانچہ پوری دنیا سے یہودی جمع ہوں گے ریاست اسرائیل میں اور ان کی جو سزا deferred ہے وہ آخر کار انہیں مل کر رہنی ہے۔ ان پر حضرت عیسیٰؑ ہی نازل ہوں گے' وہی ان کی طرف رسول بن کر آئے تھے اور ان ہی کی نگاہوں کے سامنے انہی کے ہاتھوں سے پوری قوم تباہ کی جائے گی۔ یہاں جولفیفا (سمٹ کر لانا) کا لفظ ہے تو یہ سمیٹنے کا عمل شروع ہو چکا ہے۔ حضرت عیسیٰؑ کا نزول ہو گا تو ان سب کا قلع قمع ہونا ہے' ایک ایک یہودی ختم ہو گا۔ لیکن وقتی طور پر اللہ نے انہیں ہماری پیٹھ پر برسانے کے لئے کوڑے کی شکل دے دی ہے۔

حالاتِ حاضرہ:

پاکستان اور بھارت کے درمیان تعلقات میں حالیہ پیش رفت اور مذاکرات کی بحالی کا اعلان درحقیقت امریکہ کے دباؤ کا نتیجہ ہے' جس کا مقصد کشمیر کے مسئلے کو جیسے تیسے حل کرا کر پاکستان کو اس کی ایٹمی صلاحیت سے دستبرداری پر مجبور کرنا ہے۔ امریکہ کی حکمت عملی یہ ہے کہ پاکستان اور بھارت مسئلہ کشمیر کے حل سمیت اپنے باہمی تعلقات ''کچھ دو کچھ لو'' کے اصول کی بنیاد پر معمول پر لے آئیں۔ یوں پاکستان کی اس دلیل میں کوئی وزن نہیں رہے گا کہ اس کی ایٹمی صلاحیت ہندوستان کے خلاف ایک ڈیٹرنٹ کی حیثیت رکھتی ہے۔ پاکستان کا ایٹمی پروگرام اپنی ابتداء ہی سے امریکہ اور مغربی ممالک کی نظروں میں بری طرح کھٹکتا رہا ہے۔ امریکہ کے نزدیک جوہری صلاحیت کے حوالے سے عراق' ایران اور لیبیا کا معاملہ ثانوی حیثیت رکھتا ہے اور اس ضمن میں اب ''Axis of Evil'' پاکستان ہی کو قرار دیا جا رہا ہے۔ ایران اور لیبیا نے یہ تسلیم کر لیا ہے کہ ایٹمی میدان میں ان کی ترقی پاکستان ہی کی مرہون منت ہے' جس کے نتیجے میں ہمارے خلاف کارروائی کرنے کے لئے کافی مواد اکٹھا کیا جا چکا ہے۔ نہ صرف امریکہ بلکہ جاپان' جرمنی' فرانس اور روس بھی اس امر پر متفق ہیں کہ پاکستان کے ایٹمی پروگرام کو رول بیک کر دیا جائے اور ایک اسلامی ملک کے یہ ''زہریلے دانت'' نکال دیئے جائیں۔ ہم نے بحیثیت قوم اللہ کی اس نعمت کا حق ادا نہیں کیا' چنانچہ قرائن یہی بتاتے ہیں کہ اس نعمت کے سلب ہونے کا وقت قریب ہے۔ مشیت ایزدی میں اس کی حفاظت منظور ہوئی تو بہتری کی کوئی صورت بھی نکل سکتی ہے لیکن بظاہر آثار کوئی حوصلہ افزا نہیں ہیں۔ ہم دلی کے لال قلعہ پر جھنڈا لہرانے کے نعرے لگاتے ہیں لیکن درحقیقت ہمارے اندر دم نہیں ہے کہ بھارت کا مقابلہ کریں۔ اس صورتحال سے نکلنے کا واحد طریقہ یہی ہے کہ ہم صحیح معنوں میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے وفادار بن جائیں اور اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی سے ان تمام باتوں کو ختم کر دیں جو اللہ اور اس کے رسول کو ناپسند ہیں OO

بانی تنظیم اسلامی **ڈاکٹر اسرار احمد صاحب** کی

شہرہ آفاق تقاریر بعنوان

قرآن کی عظمت

اور اس کی بنیادی تعلیمات

جو کہ 1985ء میں ابوظہبی کے دورہ کے دوران ریکارڈ کی گئی تھیں

اب VCDs میں دستیاب ہیں

کل سی ڈیز: 21

کل قیمت فی سیٹ :840روپے

ملنے کا پتہ: مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن

36۔ کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور۔ فون: 03-5869501

بین الاقوامی دانشوروں کا وفد لاہور میں

ترکی' امریکا اور برطانیہ کے دانشوروں' مفکروں اور پروفیسروں کا نو رکنی وفد ڈاکٹر پروفیسر ابراہیم ابوربیع کی قیادت میں ''مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور'' کے صدر مؤسس ڈاکٹر اسرار احمد صاحب سے جنوبی ایشیا میں فکری تحریکات' دنیائے اسلام میں تجدید و نشاۃ کی احیائی تحریکات' اسلام کے سیاسی و معاشی نظام' پاکستان اور عصرِ حاضر کے دیگر اہم پیش آمدہ مسائل پر سہ روزہ ''راؤنڈ ٹیبل'' مذاکرات کے لئے جمعہ 9 جنوری 2004ء کو لاہور پہنچا۔ 10 جنوری سے 12 جنوری تک مطلوبہ و متعلقہ موضوعات پر ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے ارکانِ وفد کو بڑی وضاحت و جامعیت سے اپنے خیالات و افکار سے نوازا اور ان کے استفسارات و تنقیدات کی گرہ کشائی کی۔ ان مذاکرات کی مفصل روداد مذکورہ وفد کے ایک رکن روجرز دان برگ خود مرتب کر کے اپنے مشہور و معروف مطبع ''پلوٹو پریس'' لندن سے کتابی صورت میں شائع کریں گے' جس کا اردو ترجمہ ان شاء اللہ لاہور سے طبع ہو گا۔ (ادارہ ''ندائے خلافت'')

سارک کانفرنس اور اعلانِ اسلام آباد

ایوب بیگ مرزا

اسلام آباد میں منعقد ہونے والی بارہویں سارک کانفرنس خیرو عافیت سے اختتام کو پہنچی لیکن یہ کانفرنس اہلیانِ اسلام آباد کو بہت مہنگی پڑی اور انہیں سال نو کا پہلا ہفتہ گھروں میں مقید ہو کر گزارنا پڑا۔ سکول و کالج یہاں تک کہ علاقے کے سرکاری و غیر سرکاری دفاتر بھی بند کر دیئے گئے۔ چند دن کے لئے اسلام آباد ایئر پورٹ کو بھی عام پروازوں کے لئے بند کر دیا گیا یوں پورا ہفتہ کاروبارِ زندگی معطل ہو کر رہ گیا۔ اگرچہ ایک کانفرنس کے انعقاد کے لئے ایسی سخت سیکورٹی کی کوئی مثال نہیں ملتی لیکن پاکستان چونکہ دہشت گرد کارروائیوں کے حوالہ سے بہت بدنام ہو چکا ہے یا پلان کے تحت کر دیا گیا ہے اسی لئے حکام نے بہت حساسیت کا مظاہرہ کیا۔ پھر یہ کہ چند دن پہلے صدر مشرف پر خودکش حملہ نے صورت حال کو بڑا مشتبہ کر دیا تھا لہٰذا سیکورٹی کے حوالہ سے حکومت کوئی رسک لینے کو تیار نہ تھی۔ سارک جو ساؤتھ ایشیا ریجنل کارپوریشن کا مخفف ہے اٹھارہ سال قبل **1985**ء میں قائم ہوئی اس کے رکن ممالک پاکستان، بھارت، سری لنکا، نیپال، بھوٹان، بنگلہ دیش اور مالدیپ ہیں۔ اس کے چارٹر کی اہم بات یہ ہے کہ باہمی اختلافات کو زیر بحث نہیں لایا جا سکتا۔ بھارت اور پاکستان اس کے اہم ترین ارکان ہیں لیکن ان ہی کے باہمی اختلافات کی وجہ سے سارک تنظیم بے معنی ہو چکی تھی۔ اب تک ہونے والے گیارہ سربراہی اجلاس نشستند، گفتند اور برخاستند کے سوا کچھ نہ تھے۔ بعض مرتبہ ان دو ممالک کے اختلافات اس شدت کو پہنچے کہ سربراہی اجلاس منعقد ہی نہ ہو سکا۔ سارک تنظیم جب وجود میں آئی تھی تو اس وقت بھی اس خدشہ کا اظہار کیا گیا تھا کہ اس تنظیم کو قائم کرانے میں امریکہ کا ہاتھ ہے۔ وہ وقت آنے پر سات ممالک کے اس گروپ کو چین کے خلاف استعمال کرے گا۔ اسی لئے بھارت اس شرط پر شامل ہوا تھا کہ باہمی مسائل زیر بحث نہیں لائے جا سکیں گے تاکہ پاکستان اس پلیٹ فارم کو کشمیر کا مسئلہ اجاگر کرنے کے لئے استعمال نہ کر سکے۔

عالمی صورت حال اس وقت کچھ یوں ہے کہ یورپ کا اتحاد روز بروز مضبوط سے مضبوط تر ہو رہا ہے اور وہ امریکی سرپرستی سے نجات حاصل کرتا نظر آ رہا ہے۔ چین اگلی دہائی میں مضبوط دفاعی قوت اور معاشی سپر پاور بلکہ معاشی جن بنتا نظر رہا ہے۔ امریکہ جو دنیا کی سپریم پاور ہے اس کی کبریائی اس وقت اہم اور فیصلہ کن موڑ پر کھڑی ہے اگر وہ افغانستان میں پاؤں جمانے اور عراق میں مزاحمت ختم کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے تو پھر افغانستان کے راستے وسطی ایشیا کی دولت کی طرف بڑھتا ہے اور عراق میں امن قائم کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے جس کے نتیجہ میں وہ لازماً مشرق وسطٰی کے وسائل پر ہاتھ مارے گا۔ اس صورت میں اکیسویں صدی میں بھی سپریم پاور رہے گا اور نیو ورلڈ آرڈر قائم کرنے میں کامیاب ہو جائے گا۔ پھر وہ پاکستان کو ڈرا اور دھمکا کر بھارت کا طفیلی ملک بنائے گا اسی لئے جوائنٹ ڈیفنس کی باتیں سامنے آ رہی ہیں۔ یہ جوائنٹ ڈیفنس چین کے خلاف ہوگا اسی لئے پاکستان اور بھارت کے اختلافات ختم کروائے جا رہے ہیں۔ پھر ان سات ممالک کے منظم گروپ کو چین کے خلاف حصار کے طور پر استعمال کیا جائے گا اور کیونکہ یہ تنظیم اس وقت تک کوئی فعال رول ادا ہی نہیں کر سکتی تھی جب تک پاکستان اور بھارت کے اختلافات ختم نہ ہوں لہٰذا وہ بھارت جو پاکستان کے ساتھ مذاکرات کا نام سن کر غضب ناک ہو جاتا تھا اور جس کے وزیراعظم شری واجپائی نے عراق جنگ سے چند روز پہلے یہاں تک کہہ دیا کہ مجھے مشرف سے مذاکرات کا کہنا اسی طرح جیسے بش کو صدام سے مذاکرات کے لئے کہا جائے۔ پاکستان کے وزیر خارجہ خورشید محمود قصوری کو سارک کانفرنس میں شرکت کی دعوت دینے کے لئے بھارت آنے سے بڑے غیر سفارتی انداز سے روک دیا گیا۔ اسی بھارت کے وزیراعظم نہ صرف سارک کانفرنس میں شرکت کے لئے اسلام آباد آنے پر آمادہ ہوئے بلکہ صدر مشرف سے ملاقات بھی کی اگرچہ انہوں نے اسلام آباد آنے سے پہلے اپنی بہت سی شرائط بھی منوائیں مثلاً پاکستان کی طرف سے یک طرفہ سیز فائر کا اعلان کیا گیا۔ پاکستان اپنے سابقہ اور دیرینہ مؤقف یعنی کشمیر کا فیصلہ اقوام متحدہ کی قراردادوں کے مطابق ہو اس میں علی الاعلان لچک پیدا کرنے پر تیار ہوا وغیرہ وغیرہ۔

اس پس منظر میں حکومت یا جو لوگ کہہ رہے ہیں کہ ان مذاکرات اور اس کے نتیجہ میں ہونے والا اعلان اسلام آباد کسی بیرونی دباؤ کا نتیجہ نہیں ہے وہ نجانے کس کو بیوقوف بنا رہے ہیں۔ اعلان اسلام آباد اچھا یا برا پاکستان کے حق میں بہتر ہے یا بھارت کے، یہ سب بعد کی باتیں ہیں البتہ یہ سوچ بھی مضحکہ خیز ہے کہ مذاکرات اور اعلان اسلام آباد کے لئے کوئی بیرونی دباؤ نہیں تھا۔ یقیناً امریکہ بھارت کو کھینچ کر مذاکرات کی میز پر لایا تھا اور بھارت نے مذاکرات کی میز پر پہنچنے کے لئے جو مطالبات رکھے وہ پاکستان کی گردن پر انگوٹھا رکھ کر اس سے منوائے گئے یعنی یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ بارہویں سارک کانفرنس کو پاک بھارت مذاکرات کا راستہ ہموار کرنے کیلئے استعمال کیا گیا۔

اب آیئے اس طرف کہ اعلان اسلام آباد سے کس نے کیا کھویا کیا پایا؟ جنرل مشرف اور ان کی حکومت کے وزراء اور بعض کالم نویس اعلانِ اسلام آباد کو پاکستان کی بہت بڑی کامیابی اور پاک بھارت تعلقات میں ایک بریک تھرو قرار دے رہے ہیں جبکہ اپوزیشن اور حکومت مخالف کالم نویس اسے پاکستان کی پسپائی اور بھارت کی بہت بڑی کامیابی قرار دے رہے ہیں۔ حکومتی حلقوں کی طرف سے یہ دعویٰ کیا جا رہا ہے کہ بھارت نے پہلی مرتبہ کشمیر کو متنازعہ علاقہ تسلیم کیا ہے اور وہ ایسے مذاکرات پر رضامند ہوا ہے جس کے نتیجہ میں دونوں پارٹیوں کا اطمینان ضروری ہے جبکہ اپوزیشن کہہ رہی ہے کہ سارک کانفرنس میں کشمیر کا ذکر نہ کرنا اور اعلانِ اسلام آباد میں کشمیریوں کو بطور پارٹی تسلیم نہ کرنا بھارت کی بہت بڑی فتح ہے۔ راقم کے نزدیک جمہوریت خصوصاً پارلیمانی نظام میں یہ ایک بہت بڑا نقص ہے کہ اپوزیشن ہر قدم پر حکومت کی مخالفت اور اس پر تنقید اپنا فرض سمجھتی ہے جب کہ حکومتی ارکان ہر صورت میں اس کی تائید کرتے ہیں۔ اسی طرزِ فکر کا نتیجہ ہے کہ جونہی اعلانِ اسلام آباد ہوا اور اس کے حق اور خلاف آوازیں سنائی دینا شروع ہو گئیں۔ درحقیقت یہ سب کچھ قبل از وقت ہے۔ حکومت کے وزیر اطلاعات شیخ رشید کا یہ کہنا بھی درست نہیں کہ بھارت نے پہلی مرتبہ کشمیر کو متنازعہ علاقہ تسلیم کر کے مذاکرات پر رضامندی کا اظہار کیا۔ بھارت اس قسم کا تاثر مختلف مواقع پر ماضی میں بھی دے چکا ہے۔ اعلان لاہور کے الفاظ بھی یہی تھے کہ ہم تمام

تنازعات بشمول مسئلہ جموں وکشمیر پر مذاکرات کریں گے۔ یہ بات الگ ہے کہ واجپائی صاحب نے پالم کے ہوائی اڈے پر اترتے ہی اخبار نویسوں سے گفتگو کرتے ہوئے کشمیر کو ایک بار پھر بھارت کا اٹوٹ انگ قرار دے دیا بعد میں کارگل کے واقعہ کو عذر بنا کر ساری بساط ہی لپیٹ دی۔

اب بھی 11 جنوری کو بی جے پی کی انتہائی اہم میٹنگ ہو رہی ہے جس میں عام انتخابات کی تاریخ کا تعین ہوگا اور واجپائی اس میٹنگ میں اعلانِ اسلام آباد کے اہم پہلوؤں پر تفصیلی روشنی ڈال کر آئندہ کے لائحہ عمل کے لئے اپنے قریبی ساتھیوں سے مشورہ کریں گے۔ عین ممکن ہے کہ سینئر پارٹی ممبروں کا ردعمل دیکھ کر وہ ایک بار پھر بات سے پھسل جائیں لیکن زیادہ امکان یہ ہے کہ اس مرتبہ واجپائی قائم رہیں گے اور مذاکرات آگے بڑھیں گے۔ جہاں تک اعلانِ اسلام آباد میں پاکستانی حکمرانوں کی پاکستان کے مؤقف کے حوالے سے کامیابی یا ناکامی کا تعلق ہے اس کا تعین کرنے کے لئے ہمیں پاکستان اور بھارت کے درمیان اب تک ہونے والے مذاکرات اور ان کے نتیجہ میں ہونے والے معاہدوں کو دیکھنا ہوگا۔ دونوں ممالک کے درمیان ہونے والی تینوں جنگوں (1971,1965,1948) کے بعد مذاکرات اور معاہدے ہوئے۔ 1948,1965ء کی جنگوں میں پاکستان کا پلہ قدرے بھاری رہا لیکن پاکستان جنگ کے بعد کے ثمرات سمیٹ نہ سکا اور بھارت من مانی کرتا رہا۔ 1971ء کی جنگ میں پاکستان کو بدترین شکست ہوئی۔ پاکستانی افواج نے بھارتی افواج کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے۔ جنگ کے بعد مذاکرات ہوئے اور شملہ معاہدہ ہوا۔ ذوالفقار علی بھٹو شکست خوردہ قوم کے نمائندے کی حیثیت سے شملہ بھارت کی وزیر اعظم اندرا گاندھی سے مذاکرات کرنے گئے اس پس منظر میں شملہ معاہدہ پاکستان کے لئے کوئی ایسا برا نہیں سمجھا گیا۔ البتہ اس معاہدے کی رو سے بھارت پاکستان سے یہ منوانے میں کامیاب ہو گیا کہ دونوں ممالک اپنے تنازعات باہمی طور پر حل کریں گے یعنی ہم نے اقوام متحدہ کا رول خود ختم کر دیا۔ بعد ازاں آگرہ میں مشرف دور میں مذاکرات ہوئے جو ناکام ہو گئے۔ لیکن نائن الیون کے بعد دنیا بدل گئی امریکہ بدمعاشی پر اتر آیا۔ مسلمان دہشت گرد قرار پائے۔ افغانستان میں امریکی فوجی براجمان ہو گئے۔ عراق کو تباہ و برباد کر کے امریکہ نے تمام دنیا خصوصاً عالم اسلام پر دہشت طاری کر دی۔ اس منظر میں پاکستان پر امریکی دباؤ تھا کہ وہ بھارت کا یہ مطالبہ مانے کہ کشمیر سے پہلے دوسرے معاملات طے کر لئے جائیں۔ علاوہ ازیں کشمیر میں دراندازی بند کی جائے جنہیں بھارت confidence building measures قرار دیتا تھا۔ نائن الیون سے پہلے صدر مشرف اپنے مؤقف پر ڈٹے رہے کہ کشمیر کور ایشو ہے پہلے اس پر بات ہوگی لیکن نائن الیون کے حادثہ نے انہیں بری طرح خوفزدہ کر دیا اور انہوں نے کشمیر کو کور ایشو کہنے سے اجتناب برتنا شروع کر دیا۔ اب جیسے کہ شروع میں ذکر کیا جا چکا ہے امریکہ سپریم پاور کی حیثیت اسی صورت میں برقرار رکھ سکتا ہے اگر افغانستان اور عراق میں اسے مکمل کامیابی حاصل ہو جاتی ہے۔ اگرچہ ظاہری طور پر عراق میں امریکہ کو زیادہ نقصان ہو رہا ہے لیکن افغانستان غیر ملکی حملہ آوروں کے لئے ہمیشہ زیادہ برا ثابت ہوا ہے۔ افغانستان کی دلدل سے امریکہ بھی نکلتا ہوا نظر نہیں آتا اور امریکہ کا افغانستان میں پھنسنا پاکستان کے لئے مفید ثابت ہو سکتا ہے لیکن کوئی سرپھرا امریکی صدر افغانستان کی صورتحال سے تنگ آ کر فرسٹریشن میں بالکل برعکس انتہائی قدم بھی اٹھا سکتا ہے۔ امریکہ میں پاکستان اور اسلام دشمن لابی امریکی انتظامیہ کے ذہن میں یہ بات ڈال سکتی ہے کہ افغانستان میں قیامِ امن کے لئے پاکستان جو طالبان اور القاعدہ کی کارروائیوں کا base ہے اس سے مکمل کر نمٹنا ہوگا۔

راقم کی رائے میں کیونکہ اعلانِ اسلام آباد میں اصل pushing force امریکہ ہے جس کے اس وقت مفادات پاک بھارت تعلقات کی بہتری آنے سے پورے ہو سکتے ہیں لہٰذا وہ اعلانِ اسلام آباد پر عمل درآمد کرانے کی کوشش کرے گا البتہ اعلانِ اسلام آباد کو اس ملک کے حق میں موڑنے کی کوشش کی جائے گی جس کی پوزیشن جتنی بہتر ہوتی جائے گی لہٰذا اس وقت اعلانِ اسلام آباد کے بارے میں فیصلہ کرنا کہ وہ کس کی فتح اور کس کی شکست ہے بالکل غلط ہے۔ پاکستان اگر چاہتا ہے کہ اعلانِ اسلام آباد کے نتائج اس کے حق میں برآمد ہوں تو اسے اپنی حالت ہر سطح پر بہتر بنانی ہوگی خصوصاً معاشی اور سیاسی استحکام حاصل کرنا ہوگا۔ مختصر ترین الفاظ میں اگر پاکستان کی ماضی کی طرح کرپشن اور سیاسی محاذ آرائی سے نجات حاصل نہ کر سکا اور سیاسی عدم استحکام سے چھٹکارا حاصل نہ کر سکے تو اسی اعلانِ اسلام آباد کو ہماری گردن میں پھندہ بنا کر ڈال دیا جائیگا اور اگر پاکستان معاشی ترقی اور سیاسی استحکام کے ساتھ افغانستان میں متوازن پالیسی بنانے میں کامیاب ہو گیا تو یہ بات یقین سے کہی جا سکتی ہے کہ اس اعلانِ اسلام آباد کو بنیاد بنا کر دنیا بھارت کو مجبور کر دے گی کہ وہ کشمیر کے بارے میں اٹوٹ انگ کی رٹ کو ترک کر کے پاکستان اور کشمیریوں کو مطمئن کرے۔ دنیا میں جس کی لاٹھی اس کی بھینس کا اصول پوری طرح جڑ پکڑ چکا ہے اور ضعیف کا مقدر مرگِ مفاجات کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ وسیع پیمانے پر تباہی پھیلانے والے ہتھیار عراق سے برآمد نہیں ہوئے اور امریکہ پوری طرح جھوٹ ثابت ہو گیا لیکن کسی نے امریکہ کا کیا بگاڑ لیا۔ معاشی، سیاسی اور دفاعی سطح پر پاکستان مضبوط معیشت اور اعلانِ اسلام آباد کے ثمرات پاکستان کو پلیٹ میں رکھ کر پیش کر دیئے جائیں گے اور اگر معاملہ اس کے برعکس ہوا تو جو کچھ ہے وہ بھی چھین سکتا ہے۔

النصر لیب

مستند اور تجربہ کار ڈاکٹروں کی زیر نگرانی ادارہ ایک ہی چھت کے نیچے تمام اقسام کے معیاری لیبارٹری ٹیسٹ، ایکسرے، ای سی جی اور الٹرا ساؤنڈ کی سہولیات

خصوصی پیکج خصوصی میڈیکل چیک اپ ☆ الٹرا ساؤنڈ ☆ ای سی جی ☆ ہارٹ ☆ لیور ☆ کڈنی ☆ جوڑوں سے متعلقہ متعدد ٹیسٹ /ہیپا ٹائٹس بی اور سی ☆ بلڈ گروپ ☆ بلڈ شوگر ☆ مکمل بلڈ اور مکمل پیشاب ٹیسٹ صرف 1500 روپے میں کروائیں۔

تنظیم اسلامی کے رفقاء اور ندائے خلافت کے قارئین اپنا ڈسکاؤنٹ کارڈ لیبارٹری سے حاصل کریں۔

ISO 9001:2000
QMS CERTIFIED CLINICAL LAB
BY MOODY INTERNATIONAL

النصر لیب: 950۔بی، مولانا شوکت علی روڈ، فیصل ٹاؤن (نزد راوی ریسٹورنٹ) لاہور
فون: 5162185-5163924 موبائل: 0300-8400944
E-mail: alnasar@brain.net.pk Website: www.alnasar.com.pk

دس مئی کو طوفان کی آمد

تحقیق و تحریر: سید قاسم محمود

جب عیسائی پادریوں کے جبر و تشدد سے کام نہ بنا تو ہندوستانی فوجیوں کا مذہب خراب کرنے کے لئے نئے کارتوس ایجاد ہوئے جن میں مسلمانوں کے لئے سؤر اور ہندوؤں کے لئے گائے کی چربی استعمال کی گئی۔ ان کو دانتوں سے کاٹنے کا حکم تھا۔ سپاہیوں کو مجبور کیا گیا کہ وہ ان کارتوسوں کو کاٹیں اور گوروں کے سامنے کاٹیں۔ آج تک انگریز مورخین دنیا کی آنکھوں میں یہ دھول جھونکتے چلے آرہے ہیں کہ کارتوسوں میں چربی کی افواہ غلط تھی اور یہ ہوائی کسی دشمن نے اڑائی ہوگی' مگر حقیقت زیادہ دیر پوشیدہ نہ رہ سکی۔ انگریزی فوج کے کمانڈر انچیف اینسن (Anson) نے گورنر جنرل لارڈ کیننگ کو اپنی رپورٹ میں لکھا:

''کارتوسوں کا معائنہ کرنے کے بعد مجھے سپاہیوں کے اعتراضات پر مطلقاً حیرت نہ ہوئی۔ میری رائے میں ان کارتوسوں کے استعمال سے یقیناً سپاہیوں کے مذہبی جذبات کو کچل دیا گیا ہے۔''

چربی کی سپلائی کے ٹھیکے دار نے اسی زمانے میں اپنے معاہدے میں صاف الفاظ میں یہ بات ظاہر کی تھی۔ معاہدہ یہ تھا کہ کارتوس چربی سے چکنے کئے جائیں گے اور گائے کی چربی دو پنس فی پونڈ کے حساب سے خریدی جائے گی۔ جب یہ اسکیم لوگوں پر ظاہر ہونے لگی تو حکومت نے فوراً یہ احکام جاری کئے کہ آئندہ گائے اور سؤر کی چربی استعمال نہ کی جائے۔ ان احکامات سے اگر کچھ ظاہر ہوتا ہے تو یہی کہ اب تک یہ چربی استعمال ہوتی رہی ہے۔ ایک انگریز افسر فورسٹ نے سرکاری دستاویزیں شائع کیں' ان سے یہ بات شک وشبہ سے بالاتر ہوگئی کہ کارتوس میں استعمال کی جانے والی چکنائی دراصل گائے اور سؤر کی چربی ملا کر استعمال کی جاتی تھی۔ رابرٹس کہتا ہے:

''مسٹر فورسٹ کی حالیہ تحقیقات سے ثابت ہوگیا ہے کہ کارتوس چکنانے کے لئے جو کیچر استعمال کیا گیا وہ واقعی قابلِ اعتراض اشیاء یعنی گائے اور سؤر کی چربی سے بنایا گیا تھا اور اس سے سپاہیوں کے مذہب کی حیرت انگیز طور پر توہین ہوتی تھی۔ ان کارتوسوں کے بنانے میں مذہبی تعصب سے کام لیا گیا تھا۔'' (حوالہ ساورکر' صفحہ 431)

راز کھلتا ہے

یہ کارتوس 1857ء کے ابتدائی ایام ہی میں رائج ہو گئے تھے اور ڈم ڈم میں ان کی تیاری کا کارخانہ قائم ہوا۔ ایک دن اس کارخانے کا ملازم ایک برہمن سپاہی سے ملا۔ پانی پینے کو مانگا' جس پر برہمن سپاہی نے اس کی ذات پوچھی' کارخانے کے ملازم نے کہا: ''ذات کیا پوچھتے ہو' کچھ دن بعد تمہاری ذات بھی نہ رہے گی کیونکہ اب نئے کارتوس کاٹنا پڑیں گے جن میں گائے اور سؤر کی چربی استعمال ہو رہی ہے۔'' یہ بات جنگل کی آگ کی طرح طرح پھیلی اور سپاہ نے طے کرلیا کہ وہ یہ کارتوس استعمال کر کے اپنا مذہب خراب نہ کریں گے' چنانچہ جنوری 1857ء ہی میں تربیت گاہ کے سپاہیوں نے انہیں استعمال کرنے سے انکار کردیا۔

کارتوس نہیں لیں گے

26 فروری کو برہام پور کی رجمنٹ 19 نے کارتوس لینے میں پس و پیش کیا اور اپنا شبہ ظاہر کیا۔ پھر ایک عرضی کلکتہ ڈویژن کے میجر جنرل کو بھیجی جس میں اپنے ان خیالات کا عاجزانہ اظہار کیا۔ مگر انگریز افسروں کے دماغ غرور و نخوت سے بھرپور تھے' انہوں نے حکم دیا کہ کارتوس نہ کاٹو گے تو سخت سزا دی جائے گی۔ 19 رجمنٹ نے (جس کو اودھ کے وزیر علی نقی خاں کے آدمیوں نے تمام حالات بتا کر انقلابی بنا دیا تھا) صاف صاف اعلان کردیا کہ وہ نہ صرف یہ کہ کارتوس استعمال نہیں کرے گی بلکہ ضرورت پڑی تو اپنی تلواریں بھی بے نیام کردے گی۔ انگریز افسر اس غیر متوقع اعلان پر خوف زدہ ہو کر خاموش ہو گئے اور یہ اعلانات کرنے لگے کہ اب کارتوس کاٹنا نہیں پڑیں گے اور بجائے چربی کے گھی استعمال کیا جائے گا مگر اندر ہی اندر سپاہیوں کو اس انکار کی سزا دینے کے لئے تیاریاں ہونے لگیں۔ برما سے ایک انگریز رجمنٹ بلائی گئی اور اب 19 رجمنٹ کو سزا دینے کا فیصلہ کیا گیا۔ 31 مارچ کو وہ بارک پور پہنچی۔ 27 کو سزا کا فیصلہ ہو چکا تھا۔ چنانچہ ان کے ہتھیار چھین لئے گئے اور برطرفی کا حکم ہوا۔ مگر بارک پور کی غیرت مند رجمنٹ کے لئے یہ برداشت کرنا ناممکن تھا کہ ان کے ہم وطن اس طرح ذلیل کئے جائیں۔

منگل پانڈے کی سرفروشی

بارک پور رجمنٹ کے ایک بہادر سپاہی منگل پانڈے کے دل میں جوشِ انتقام کی آگ بھڑک اٹھی۔ کھولتا ہوا خون بے قابو ہو کر ابل پڑا۔ اس نے اپنے ساتھیوں پر زور ڈالا کہ بغاوت آج ہی شروع کر دی جائے مگر جب انقلابی جماعت کے لیڈر اور سپاہی مقررہ وقت سے پہلے بغاوت پر تیار نہ ہوئے تو وہ جذبات سے بے قابو ہو کر خود ہی تلوار اور بندوق سنبھال کر میدان میں آیا۔۔۔ اٹھو بھائیو!۔۔۔ اٹھو۔۔۔ اس نے پکار کر کہا۔۔۔ ''دیش کی آزادی کے لئے آگے بڑھو اور دغاباز دشمن پر حملہ کرو۔۔۔!'' سارجنٹ میجر نے اس کی گرفتاری کا حکم دیا۔ مگر کوئی بھی ٹس سے مس نہ ہوا اور منگل پانڈے کی ایک ہی گولی نے میجر کا خاتمہ کردیا۔ یہ سن کر لیفٹیننٹ آیا' منگل پانڈے کی گولی اس کے گھوڑے کو لگی اور وہ مع گھوڑے کے نیچے آ رہا۔ پانڈے اپنی بندوق دوبارہ بھر ہی رہا تھا کہ لیفٹیننٹ نے اٹھ کر پستول اس کی طرف کر کے فائر کیا مگر نشانہ چوک گیا۔ منگل نے پھرتی سے تلوار کھینچ لی۔ لیفٹیننٹ نے بھی تلوار نکالی مگر منگل کی تلوار اس کا خاتمہ کر چکی تھی اور ایک گورا افسر منگل پانڈے پر حملہ کرنے بڑھا ہی تھا کہ ایک سپاہی نے اپنی بندوق کی نالی سے اس کے سر کے پرخچے اڑا دیئے۔۔۔ شور بلند ہوا۔۔۔

''منگل پانڈے کو ہاتھ نہ لگاؤ۔''

فوراً ہی کرنل دیکر آیا۔۔۔ ''گرفتار کرلو اس خبیث باغی کو۔۔۔!''

''ہم اس مقدس برہمن کا بال بھی بیکا نہیں کریں گے۔'' ۔۔۔ سپاہیوں کا خون بھی کھولنے لگا تھا۔ کرنل دیکر خاموش ہو کر جنرل کے پاس چلا گیا۔ پانڈے خون آلود تلوار اور بندوق لئے برابر چلا رہا تھا۔

''اٹھو بھائیو۔۔۔!۔۔۔ اٹھو!۔۔۔ دیش کی آزادی کے لئے۔۔۔ دین کی حفاظت کے لئے۔۔۔!

کچھ دیر بعد جنرل ہیری چند گوروں کے ساتھ آیا' جب سپاہی اس کے حکم سے بھی گرفتار کرنے کے لئے نہ بڑھے تو وہ خود آگے بڑھا اور گارڈ والوں اور جمع دار کو ساتھ لے کر آنے کا حکم دیا۔ مگر کوئی ہلا بھی نہیں۔ جب جنرل نے تیسری بار چراغ پا ہو کر حکم دیا تب وہ اس کے ساتھ روانہ ہوئے۔ مگر منگل پانڈے نے ان کو اپنی طرف آتا دیکھ کر بندوق کا رخ اپنی طرف کر لیا۔ موت بہتر تھی دشمن کے ناپاک ہاتھوں میں جانے کے مقابلے میں۔۔۔ اس کا زخمی جسم زمین پر گر پڑا۔ انگریز افسران بہادری اور بے خوفی کی یہ حیرت انگیز مثال دیکھ کر حیران رہ گئے۔ منگل پانڈے پر مقدمہ چلایا گیا۔ اس پر زور ڈالا گیا کہ وہ خفیہ انقلابی جماعت کے راز اور سازش کرنے والوں کے نام بتلا دے مگر اس بہادر نے صاف انکار کردیا۔ اس نے کہا کہ اسے مقتول انگریزی افسروں سے کوئی ذاتی عداوت نہیں تھی۔۔۔ پھانسی کا حکم ہوا۔ مگر پورے بارک پور میں ادنیٰ سے ادنیٰ شخص بھی ایسے پھانسی دینے کے لئے نہ مل سکا۔ مجبوراً کلکتے سے چار جلاد بلائے گئے اور 8 اپریل 1857ء کی صبح کو اس

کوسپاہیوں کے سامنے لاکر پھانسی دے دی گئی۔ پھانسی کے تختے پر بھی اس بہادر نے یہی کہا کہ وہ خفیہ جماعت کے لیڈروں کے نام ہرگز نہ بتائے گا۔

نئے کارتوسوں کی خبریں اب پنجاب تک جا پہنچی تھیں کیونکہ بارک پور کے سپاہی تمام ملکوں کی رجمنٹوں سے خفیہ خط و کتابت کرر ہے تھے اوران کو ہدایت کرر ہے تھے کہ وہ نئے کارتوس لے کر اپنا مذہب خراب نہ کریں۔ افواہ تھی کہ لارڈ کیننگ یہ وعدہ کرکے آیا ہے تمام ہندوستان کو تین سال میں عیسائی بنا دے گا۔ ماہِ مارچ میں یہ افواہ بھی تیزی سے گشت کر رہی تھی کہ سرکاری حکم سے گائے اور سؤر کی ہڈیاں پیس کر آٹے میں ملا دی گئی ہیں اور وہ فروخت کیا جا رہا ہے۔ یہ خیال اس وجہ سے اور بھی پختہ ہوگیا کہ اس آٹے کا بھاؤ پہلے سے کافی سستا تھا۔

جذبۂ بغاوت

19 رجمنٹ کے سپاہی بھی جذبۂ بغاوت سے سرشار تھے۔ چنانچہ ان کو بھی 34 رجمنٹ کے باغیوں کی طرح ہتھیار چھین کر برخاست کر دیا گیا۔ جب انگریز افسروں نے ان سے کہا کہ وہ اپنی وردی وغیرہ واپس کر دیں اور ٹوپیاں جو کہ وہ اپنے پاس سے خریدا کرتے تھے' رہنے دیں کیونکہ یہ ان ہی کی ملکیت ہیں تو پرجوش سپاہیوں نے نہ صرف یہ وردیاں اتار اتار کر پھینک دیں' بلکہ تمام ٹوپیاں بھی حقارت سے ہوا میں اچھال دی گئیں اور ان کو پاؤں سے روند ڈالا گیا۔ اس دوران میں ملک کے مختلف حصوں میں آگ لگنے کی وارداتیں بھی ہونے لگیں۔ 16/ اپریل کو انبالے میں ہسپتال اور پھر شراب کا گودام جل کر راکھ ہوگیا۔ اس کے بعد چند روز کے اندر اندر متعدد عمارتیں نذرِ آتش ہوگئیں۔ یہاں انگریز کمانڈر انچیف انسن رہتا تھا مگر باوجود کوشش کے بھی آگ لگانے والوں کا پتہ نہ چل سکا۔ مجبور ہوکر کمانڈر انچیف نے گورنر جنرل کیننگ کو توجہ دلائی اور آخر اپریل میں پھر لکھا کہ ہم ابھی تک مجرموں کا پتا لگانے میں ناکام ہیں۔ اپریل کے آخر تک ملک کے دوسرے شہروں' دہلی' لکھنؤ' میرٹھ وغیرہ میں بھی سرکاری عمارتیں نذرِ آتش ہونے لگیں۔ انبالے کی طرح لکھنؤ کے تمام سپاہیوں نے بھی یکم مئی 1857ء کو کارتوس کاٹنے سے انکار کر دیا۔ ان کے چہروں پر ترش روئی کے آثار تھے تاہم وہ بالکل پرسکون تھے۔ آخر کار انگریز افسروں کے سمجھانے بجھانے سے وہ کارتوس کاٹنے پر تیار ہو گئے۔ مگر انگریز بریگیڈیر پر بھوت سوار تھا۔ سپاہی بغاوت کریں یا نہ کریں' وہ ''انگریزی نادر شاہی'' دکھانا ضروری سمجھتا تھا۔ چنانچہ آٹھ بجے وہ پریڈ پر بلائے گئے ان کو چاروں طرف سے مسلح گورا فوج نے آکر گھیر لیا اور ان کے سامنے توپ خانہ نصب ہوا۔ ان پر گولہ باری کے لئے مہتابیں روشن کی گئیں۔ یہ دیکھ کر ان میں سے زیادہ تر سپاہی جان بچانے کے لئے بھاگے تو ''بہادر'' گوروں نے ان کا پیچھا کیا۔ (حوالہ محاربۂ عظیم' مصنف کنیالال)

اچانک اور قبل از وقت

انقلابی لیڈروں اور کارکنوں نے متحدہ بغاوت کی اسکیم بنائی تھی اور اس کے لئے 31 مئی 1857ء کی شام مقرر کی تھی مگر میرٹھ میں تاریخ مقررہ سے پہلے ہی 10 مئی کو بغاوت پھوٹ پڑی اور اس طرح تمام بنی بنائی اسکیم ملیامیٹ ہوکر رہ گئی۔

23 اپریل سے میرٹھ میں آگ لگنے کی وارداتیں شروع ہوگئی تھیں۔ چنانچہ 23 کو اسمتھ کے خیمے اور اسپتال میں آگ لگی اور 24 کو ہندوستانی سپاہ نے نئے کارتوس لینے سے انکار کیا۔ مگر ان کے اس عاجزانہ اعتراض نے انگریز افسران کو چراغ پا کر دیا۔ 6 مئی کو وہ پھر جمع کئے گئے' گورا فوج مسلح ہوکر کھڑی ہوئی توپ خانہ جمایا گیا اور حکم صادر ہوا کہ — ''کارتوس کاٹنا پڑیں گے'' ہندوستانی افسروں نے معذرت کی کہ سرکار معاف فرمایئے مگر پھر وہی حکم صادر ہوا۔ پھر عاجزانہ انکار تھا— حکم پھر دیا گیا' سپاہی کارتوس چھونے کو بھی تیار نہ تھے۔ لہٰذا ہتھیار لے لئے گئے گھوڑوں سے اتار دیا گیا۔ نوے میں سے پچاسی ہندوستانی فوجی افسران جو کارتوس چھونے سے انکاری تھے' چھاؤنی بھیج دیئے گئے اور کورٹ مارشل شروع ہوا۔ اس دوران میں روزانہ رات کو سرکاری دفتروں اور فوجی عمارتوں میں آگ لگنے کی وارداتیں 9 مئی تک ہوتی رہیں۔ فوجیوں میں روز مشورے بھی ہوتے تھے۔ صدر بازار کے عوام بھی ان کے شریک تھے۔

9 مئی فیصلے کا دن تھا۔ چنانچہ اس دن صبح کو 'ملزموں' کو پریڈ پر لایا گیا' تمام ہندوستانی فوج جمع کی گئی— فیصلہ جو بلند آواز سے سنایا گیا' یہ تھا کہ دس دس سال قید سخت— اور اس کے بعد ان 85 افسروں کی' جو اپنی فوج کی ناک سمجھے جاتے تھے وردیاں پیچھے سے پھاڑ دی گئیں' فوجی سنگینوں کے پہرے میں اور تمام سپاہیوں کے سامنے نہایت حقارت سے ہتھکڑیاں اور بیڑیاں ڈال دی گئیں اور ان کے فوجی نشانات چھین لئے گئے۔ اس طرح ذلیل کر کے ان کو جیل بھیجا گیا۔

ہندوستانی سپاہی چپ چاپ یہ تماشا دیکھتے اور پیچ و تاب کھاتے رہے۔ کر بھی کیا سکتے تھے۔ گورا فوج کی سنگینیں گھیرے ہوئے تھیں اور توپ خانہ سامنے— مگر جب وہ اپنے گھروں پر پہنچے تو عورتوں کا جذبہ غیرت ابل پڑا۔

''تم مرد ہو؟ تم سے تو ہم عورتیں اچھی— تم کو شرم نہیں آتی کہ تمہارے سامنے تمہارے افسران کو ہتھکڑیاں پڑیں اور تم کھڑے دیکھا کیے— تم سے کچھ نہ ہو سکا!! لو یہ چوڑیاں پہن لو اور ہتھیار ہمیں دو۔ ہم افسران کو چھڑائیں گی۔'' (مارش مین' ''داستانِ غدر'')

کون تھا جس کا ضمیر طعن و تشنیع کے یہ تیر کھا کر بیدار نہ ہوتا۔ کون تھا جس کا خون صنف نازک کے یہ جملے سن کر نہ کھولتا۔ ماؤں نے اپنے بیٹوں کو' دلہنوں نے اپنے شوہروں کو اور بہنوں نے بھائیوں کو انگریز فوج سے لڑنے پر آمادہ کیا۔ حتیٰ کہ صدر بازار کی طوائفوں نے ان فوجیوں کو غیرت دلائی جو شام کو تفریح کی غرض سے جاتے تھے۔'' (''باغی میرٹھ'' صفحہ 25)

تمام رات سپاہیوں میں خفیہ مشورے ہوئے اور فوراً بغاوت کا پروگرام بنایا گیا۔ رجمنٹ 20 کا اصرار تھا کہ انگریزوں کا قتل عام' مگر باقی سپاہی اس کے حق میں نہ تھے' رات ان ہی بحثوں میں بیت گئی۔ دہلی کو آدمی روانہ کر دیئے گئے کہ ہم 11 مئی کو پہنچیں گے' اگلے دن 10 مئی کو اتوار تھا۔ افواہ تھی کہ اب باقی سپاہیوں کا بھی یہی حشر ہوگا۔ شہر میں اشتہارات بھی چسپاں ہوئے۔

دس مئی

دس مئی کی صبح آ گئی۔ انگریز اطمینان سے اتوار منا رہے تھے۔ شام کو گرجوں کی گھنٹیاں بجیں' تمام افسر اور دیگر انگریز جمع ہو گئے۔ اگر ہندوستانی سپاہی اس وقت گرجے پر حملہ آور ہوتے تو ان افسروں کی بوٹیاں بھی ہاتھ نہ آتیں مگر انقلابی سپاہیوں کا یہ مقصد نہ تھا۔ اس لئے وہ جیل کی طرف گئے اور اپنے 85 افسران کو آزاد کرا لیا۔ یہاں بھی وہ جیل کے افسران سے کچھ نہ بولے' نہ ستایا' نہ ہاتھ اٹھایا۔

گرجا کی عبادت ختم ہوئی اور گورا فوج پریڈ پر جمع ہونے لگی۔ انقلابی سپاہیوں نے یہ دیکھ کر کہ گورا فوج ان کے مقابلے کی تیاری کر رہی ہے۔ اپنی چھاؤنی میں آگ لگا دی۔ کرنل فنس جو ابھی تک غرور و نخوت سے سرشار تھا' یہ ہنگامہ دیکھ کر سپاہیوں کے پاس آیا اور نہایت پرغرور انداز میں دھمکیاں دینے لگا۔ سپاہیوں نے کہا: ''ہمارے سامنے سے چلے جاؤ۔'' مگر کرنل فنس طاقت و حکومت کے نشے میں چُور تھا۔ چنانچہ اور بھی پرغرور لہجے میں دھمکانے لگا۔ رجمنٹ 20 تو پہلے ہی قتل عام کی حامی تھی' اسی رجمنٹ کے ایک سپاہی کی گولی نے فنس کا گھمنڈ خاک میں ملا دیا۔ ●

ایک مسلمان کی انفرادی اور اجتماعی
ذمہ داریاں کون کون سی ہیں؟
دینی فرائض کا جامع تصور
اشاعت خاص 18 روپے' اشاعت عام 10 روپے

فیشن یا لبریشن!

رعنا ہاشم خان

آج کی اوپن سوسائٹی میں کوئی بھی موضوع خاتونِ مسلم کے لباس اور خصوصاً حجاب سے بڑھ کر حساس نہیں جس نے باقاعدہ ایک ہاٹ ٹاپک اور سیریس ایشو کی حیثیت اختیار کر لی ہے۔ سیکولر مسلم اور غیر مسلم دونوں ہی اس ایشو کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑے ہوئے ہیں۔ خواتین کے لباس تیار کرنے والی ایک مشہور کمپنی **La Senza** نے ڈنکے کی چوٹ پر اپنا مشن یہی بنالیا ہے کہ زیادہ سے زیادہ مسلم ممالک میں اپنے اسٹورز کھولے جائیں لہٰذا فی الوقت اس کمپنی کی اٹھارہ دکانیں سعودی عرب میں کامیاب بزنس کر رہی ہیں اور گلف اسٹیٹس میں بھی یہ کمپنی قدم رنجہ فرما چکی ہے۔ اس کمپنی کا کہنا ہے کہ ہمارے بنائے ہوئے لباس عریبنا مسلم خواتین کے لیئے کسی چیلنج سے کم ثابت نہیں ہو سکتا۔ اس کمپنی کا عزم ہے کہ ہم اس کلچر کو ٹارگٹ بنائیں گے جو حجاب و پردے میں چھپا ہوا ہے۔ اس کمپنی کے ڈائرکٹر کا کہنا ہے کہ سعودی ممالک اور پرشین گلف میں مغربی طرز کے ناکمل لباس فروخت کرنا ہمیں انتہائی مفید تجربے سے نوازے گا اور اس طرح ہم ٹف ایشوز سے نبرد آزما ہونا سیکھ سکیں گے۔ دوسرے لفظوں میں اگر یہ سعودی عرب کو کنٹرول کرلیں گے تو پھر یہ کسی بھی اسلامی ملک میں اپنا جال بآسانی بچھا سکیں گے۔ جب تک امپیریالسٹ نے مسلم ممالک کو فتح نہیں کیا تھا اور مسلمان غیر مسلم قوموں کے ساتھ ربط و ضبط نہیں بڑھاتے تھے' ہماری مسلم خواتین دنیا میں انتہائی وقار اور اپنی مکمل شناخت کے ساتھ نظر آتی تھیں۔ غیر مسلم ان بارڈرز تک پہنچنے کا تصور بھی نہیں کرتے تھے جو خاتونِ مسلم کا محفوظ حصار تھا۔ حجاب و پردہ نہ صرف انہیں غیر مسلموں کی شیطانی آنکھوں سے محفوظ رکھتا تھا بلکہ انہیں فریڈم بھی نصیب تھی اور وہ **misused** نہیں کی جاتی تھیں۔ لہٰذا غیر مسلم قوموں نے اس محفوظ بیریئر کو توڑنے کا منصوبہ حجاب مخالف ایکشن لے کر بنایا اور بدقسمتی سے خاتونِ مسلم نے بغیر یہ سوچے سمجھے کہ حجاب چھوڑ کر مغربی طرزِ لباس اپنانے کے نتیجے میں وہ کیا شرمندگی اور تباہی اپنے لئے خود ہی خرید رہی ہیں اپنے پردے اور حجاب کو خیر باد کہہ کر خود کو ایکسپوز کرنا شروع کر دیا۔ جب امپریلزم نے چائنا میں غلبہ حاصل کیا تو چینی عوام نے اس کے ساتھ تعاون کرنے سے انکار کیا جس کے جواب میں امپریلسٹ نے چائنا میں افیم کا بازار گرم کر دیا اور اس کو چینی عوام کے لئے بالکل مفت فراہم کیا۔ فری آف چارج افیم نے جب اچھی طرح چینیوں کو اپنا عادی بنالیا تو اس کی فری ڈسٹری بیوشن روک دی گئی اور فراہمی کی قیمت یہ مقرر ہوئی کہ وہ اس کو حاصل کر سکتا ہے جو ہماری ڈیمانڈز کو پورا کرے گا۔ آج غیر مسلموں کے پردے و حجاب مخالف ایکشن بھی یہی اثرات مرتب کر رہے ہیں۔ کبھی ہم آزاد تھے اور وقار کے ساتھ جیا کرتے تھے اور آج ہم سوائے اس کے کچھ نہیں کہ اپنی شیطانی قسم کی نفسانی خواہشات اور مغربی کلچر اور فیشن کے بے دام غلام بن چکے ہیں۔ حجاب اور پردے کے خلاف آواز اٹھا کر یا مخالفت کرنے والوں کی ہاں میں ہاں ملا کر ہم اپنے ایمان میں خود ہی نقب لگا رہے ہیں۔ اسلام کا مطلب ہے اللہ کی مکمل اطاعت ہمارے ہر ہر عمل میں۔ پھر یہ تابعداری اور اطاعت پردے کے ضمن میں کہاں چلی جاتی ہے۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ: ''حیاء ایمان کا سمبل ہے اور جس میں حیاء نہیں اس کا کوئی ایمان نہیں''۔ جس میں حیاء نہیں یعنی جو کھلے سر' بازو' ٹخنے اور گریبان پھر رہی ہیں' اس قول کی روشنی میں خود ہی اپنی حیثیت متعین فرمالیں بجائے یہ انتہائی کمزور اور نامعقول دلیل دینے کے کہ حیاء آنکھ میں ہونی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ نے عورتوں اور مردوں کو یکساں حقوق سے نوازا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ: ''اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تمہارے اندر سب سے زیادہ پرہیزگار ہے''۔ (۴۹:۱۳)۔ یوں حجاب و پردہ نہ صرف پرہیزگاری کی روشن نشانی ہے بلکہ عزت اور مردوں کے ساتھ مساوات بھی ہے۔ اس طرح نیکوکار مرد و عورت مل جل کر شیطان اور اس کے چیلوں کے آگے شیلڈ آف پروٹیکشن بنایا کرتے ہیں۔ لہٰذا خواتین کا یہ کہنا کہ مرد تو آزاد پھرتے ہیں اور ہم پر پابندیاں ہیں' قطعاً غلط ثابت ہو جاتا ہے۔ اور ویسے بھی مرد کہاں آزاد پھر رہے ہیں کہ ان کی آزادی تو ''بے پردہ بہنوں'' نے سلب کر رکھی ہے۔ کم از کم مسلم خواتین پردے و حجاب پر کاربند ہو کر اس طرف سے مسلم مردوں کو سکون فراہم کر سکتی ہیں لیکن افسوس کہ سب سے زیادہ بے سکونی اسی سبب پھیلا رکھی ہے۔ زبان زدِ عام حدیث ہے کہ: ''جنت ماؤں کے قدموں تلے ہے۔'' خود ہی فیصلہ کیجئے کہ ٹائٹ فٹنگ کے لباس میں ملبوس بے ہودہ فیشن کرتی بے پردہ خواتین کو دیکھ کر جنت کا خیال تک بھی دل میں بھلا گزر سکتا ہے۔ یقیناً وہ تمام خواتین جو حجاب و پردے کو ریجیکٹ کرتی ہیں اور اس کا تمسخر اڑاتی ہیں انتہائی شدید احساسِ کمتری میں مبتلا ہیں۔ تمام مغربی قوموں اور مغربی سوچ و کلچر کے دلدادہ مسلمانوں کے نزدیک حجاب یا پردہ نسوانیت کے نام پر دھبہ ہے۔ ان کے کہنے کے مطابق پردہ نہ صرف نسوانیت کی روح کا قاتل ہے بلکہ غلامی کی علامت بھی ہے کہ باپردہ عورت صرف اور صرف اپنے شوہر کے لئے کھانا بنانے کے سامان کی خریداری ہی کے لئے باہر جا سکتی ہے۔ اس وقت حجاب کے خلاف مواد انگلینڈ میں بوائلنگ واٹر کی طرح ابل رہا ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس سے پہلے ہم اس کی تہہ تک پہنچ سکیں یہ ہمارے گھروں تک پہنچ جائے۔ وہ تمام خواتین جو یہ کہتی ہیں کہ ہم حجاب اپنانے کے لئے کسی مناسب گھڑی کے منتظر ہیں ان کی خدمت میں عرض ہے کہ اس وقت موقع ہے کہ وہ حجاب کو اپنا کر عالم اسلام کی جانب سے اس احتجاج میں شریک ہوں جو برٹش اسکولوں میں حجاب پر پابندی عائد کرنے کے سلسلے میں 17 جنوری کو انٹرنیشنل ڈے آف ایکشن فار حجاب کے عنوان سے ہو رہا ہے۔ وقت آ گیا ہے کہ فیشن یا لبریشن میں سے ایک کا انتخاب کر لیا جائے اور صرف حجاب و پردہ ہی وہ واحد ذریعہ ہے جو مسلم خواتین کو فیشن کے نام پر سینٹر پیس بنانے سے باز رکھنے کے ساتھ ساتھ سچی اور دائمی لبریشن بھی فراہم کر سکتا ہے۔ اسلام میں خواتین کی لبریشن ایک سنجیدہ اور باوقار اہمیت کی حامل ہے جبکہ ویسٹرن ورلڈ میں خواتین کو اشتہار بنانا لبریشن کہلاتا ہے اور یہی ان کا فیشن ہے لہٰذا ہماری دعا اور کوشش ہونی چاہئے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہمیں لبریشن سے نوازے' فیشن سے نہیں!

rana.khan@tanzeem.us

☆ 21 سالہ لڑکی بی ایس سی (ہوم اکنامکس) پنجابی امورِ خانہ داری اور دینی تعلیم سے آراستہ کیلئے تعلیم یافتہ برسرِ روزگار دینی گھرانے سے رشتہ درکار ہے۔ رابطہ: نوید معرفت محمد اصغر قرآن اکیڈمی ڈیفنس ہاؤسنگ اتھارٹی' کراچی فون: 5340023 -5340022

☆ 24 سالہ نوجوان' الیکٹریکل میں تین سالہ ڈپلومہ نیز 2 سالہ (M.C.S.C) کورس' ذاتی کاروبار کے لئے۔ متوسط' تعلیم یافتہ اور دیندار گھرانے سے تعلق رکھنے والی لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔
راولپنڈی' گوجرخان اور جہلم کے رہائشی رابطہ کریں۔ رابطہ: 0571-510738

اجتماع ملتزم رفقاء کا آنکھوں دیکھا حال

شیخ رحیم الدین

ہر نظریاتی جماعت کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ وہ اپنے کارکنوں کے قلوب واذہان کواپنی دعوت وفکر اور اس کی نظریات کی اساسات سے روشناس کراتی رہے تا کہ کارکنوں کے جذبہ وشوق میں اضافہ ہوتا رہے اور انہیں اپنی فکری اور دعوت کی حقانیت کا یقین ہوتا چلا جائے۔ اور جب تک یہ حاصل نہیں ہوگا اس وقت تک کوئی قربانی کا جذبہ پیدا نہیں ہوسکتا۔

تنظیم اسلامی بھی ایک نظریاتی جماعت ہے اور وہ اپنے کارکنوں کو ”رفقاء تنظیم“ کے نام سے معنون کرتی ہے وہ ان کی ذہنی، قلبی اور معاشرتی اصلاح کے ساتھ ساتھ اپنی دعوت وفکر ان کے رگ وریشہ میں پیوست کرنے کے لئے مختلف قسم کے اجتماعات منعقد کرتی رہتی ہے۔ جس میں ہفتہ وار اجتماع سے لے کر سالانہ اجتماعات تک شامل ہوتے ہیں۔

تنظیم اسلامی اپنے رفقاء کو دو درجوں میں تقسیم کرتی ہے۔ ایک مبتدی رفیق دوسرے ملتزم رفیق۔ مبتدی رفیق وہ ہوتا ہے جو کہ تنظیم اسلامی میں نیا شامل ہوتا ہے اور جب وہ تنظیم کی جانب سے مقرر کردہ نصاب کا مطالعہ کرنے ہفتہ وار یادداشت رپورٹ پیش کرنے اور مبتدی تربیت گاہ جو کہ ایک ہفتہ پر مشتمل ہوتی ہے کرنے کے بعد ملتزم رفیق کہلاتا ہے۔

ملتزم رفیق سے تنظیم یہ توقع رکھتی ہے کہ وہ اسم بامسمیٰ ہوگا۔ یعنی وہ ان چیزوں کا التزام کر رہا ہوگا جو تنظیم کی طرف سے اس پر عائد ہوتی ہیں اور یہی رفقاء تنظیم میں ریڑھ کی ہڈی کا کردار ادا کرتے ہیں اور تنظیم کی جانب سے مناصب بھی ان ہی کو تفویض کئے جاتے ہیں۔

راقم الحروف ان خوش نصیب انسانوں میں شامل ہے کہ ہوش سنبھالنے سے لے کر آج تک اس نے اسلام کے عظیم سپوتوں کے ساتھ زندگی گزاری ہے۔ طالب علمی کے زمانے ہی سے دین کے ساتھ شغف پیدا ہوا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنا فضل وکرم فرمایا اور مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی محمد شفیع صاحب نورہ اللہ مرقدہ واعلیٰ اللہ مقامہ کے دامن میں پہنچا جہاں سات سال کی طویل مدت تک آپ کو دیکھنے سننے اور صحبت میں رہنے کا موقع حاصل ہوا۔

الحمدللہ راقم طالب علمی ہی کے زمانے سے کسی ایک گروپ اور فرقہ سے وابستہ نہیں ہوا بلکہ اپنی آنکھیں اور کان کھلے رکھے حتیٰ کہ شیعہ حضرات کے اکابرین کو بھی سنا اور پڑھا۔ اسی زمانے میں عالم اسلام کے عظیم مقرر ومفسر کے خطابات PTV سے الکتاب' الــم سیرز اور پھر الہدیٰ سیرز سنی جس نے زندگی کے دھارے اور ذہنی سوچ کو نیا انداز دیا۔ اب مسلک سے اٹھ کر دین کی سربلندی اور اس کے عملاً نفاذ کا داعیہ پیدا ہوا اور پھر 7 جون 1983ء کو وہ مبارک دن آیا جب میں نے اپنی بیوی اور بچوں کے ساتھ کراچی سے شدرحال کر کے اقامت دین کی جدوجہد میں شامل ہونے کے لئے داعی قرآن و بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد صاحب دامت برکاتہم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اللہ تعالیٰ نے فضل وکرم کا معاملہ فرمایا اور محترم ڈاکٹر صاحب نے بھی احسان کا برتاؤ فرما کر اپنی قائم کردہ قرآن اکیڈمی میں رہائش کا موقع عنایت فرمایا اور مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کے شعبہ مطبوعات میں ملازم بھی رکھ لیا۔ اس طرح گویا آم کے آم گٹھلیوں کے دام کا مقولہ مجھ پر صادق آیا کہ دین کی خدمت کے ضمن میں پیٹ کے لئے روٹی اور سر چھپانے کے لئے مکان کا انتظام کر دیا۔ **ذلک فضل اللّٰہ یوتیہ من یشاء.**

ذاتی تعارف کچھ طویل ہی ہو گیا تاہم آمدن برسر مطلب۔ ملتزم رفقاء کا ایک اجتماع گزشتہ ماہ 25 تا 27 دسمبر 2003ء قرآن اکیڈمی کراچی میں تنظیم اسلامی کے ملتزم رفقاء کا تربیتی اجتماع منعقد ہوا۔ جس میں ملک کے گوشہ گوشہ سے ہی نہیں بیرونِ پاکستان سے بھی رفقاء نے شرکت کی۔ حالانکہ بیرون پاکستان کے رفقاء کے لئے یہ اجتماع لازم نہیں تھا۔

بیرون کراچی سے آنے والے اکثر رفقاء نے اجتماعی سفر کیا اور کراچی پہنچے۔

لاہور سے قریباً 145 رفقاء پر مشتمل قافلہ قراقرم ایکسپریس سے کراچی کے لئے روانہ ہوا اس قافلہ کی امارت کے فرائض امیر تنظیم اسلامی لاہور جناب مرزا ایوب بیگ صاحب نے انجام دینے تھے مگر وہ ناسازی طبع کی وجہ سے سفر کرنے پر قادر نہ تھے اس لئے ان کی نیابت جناب عمران چشتی صاحب کر رہے تھے۔ یہاں پھر میری قسمت نے یاوری کی اور مجھے بانی تنظیم کے دو صاحبزادوں جناب عاطف وحید صاحب اور جناب آصف حمید صاحب کے ساتھ سیٹ نصیب ہوئی۔ جس کی وجہ سے سفر کا لطف دوبالا ہوگیا۔ میں نے ان دونوں صاحبزادوں میں قریباً وہی اوصاف پائے جو کہ ان کے والد صاحب میں کوٹ کوٹ کر بھرے ہیں۔ دلی دعا نکلی کہ رب کریم ان حضرات کو اپنے والد گرامی کے نقش قدم پر قدم بقدم چلنے کی توفیق ارزانی فرمائیں۔ (آمین) قراقرم ایکسپریس وقت مقررہ پر کراچی کینٹ پہنچی رفقاء کراچی نے اسٹیشن پر خوش آمدید کہا اور وہاں سے بسوں کے ذریعہ اجتماع گاہ پہنچوایا۔ ہمارا یہ اجتماع قرآن اکیڈمی کراچی جو کہ خیابانِ راحت ڈیفنس میں واقع ہے منعقد ہوا۔ یہ اکیڈمی اپنے محل وقوع کے اعتبار سے انتہائی بارونق اور پاک صاف ماحول میں واقع ہے اور اس پر مزید یہ کہ لب سمندر واقع ہے۔ جس کی وجہ سے ہوا میں رطوبت بھی رہتی ہے اور موسم معتدل رہتا ہے۔

اجتماع بعد نماز عصر شروع ہوا امیر تنظیم اسلامی زیریں سندھ جناب نسیم الدین صاحب نے تمام رفقاء کو خوش آمدید کہا اور اجتماع کے ضمن میں عمومی ہدایات دیں۔ اجتماع کا باقاعدہ آغاز امیر تنظیم کے خطاب سے ہوا۔

امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید صاحب

امیر تنظیم محترم حافظ عاکف سعید صاحب نے افتتاحی خطاب میں اجتماع کے اغراض ومقاصد بیان فرمائے اور اس اجتماع کا عنوان ”دعوت“ کو قرار دیا آپ نے فرمایا پوری امت بحیثیت مجموعی اللہ، اس کی کتاب اور اس کے رسولؐ سے بے وفائی اور اللہ کے دین سے غداری کے جرم عظیم کی مرتکب ہو رہی ہے۔ مسلمان اپنی دینی ذمہ داری ”شہادت علی الناس“ کو فراموش کر کے تہذیب وتمدن کے لحاظ سے یہود وہنود کے رنگ میں رنگے جا چکے ہیں۔ دین گھٹ کر مذہب کی صورت اختیار کر چکا ہے۔ مسلمانوں کی ایک عظیم اکثریت دین وملت سے قطعی لاتعلق ہے۔ مذہبی مزاج طبقہ کی عظیم اکثریت بھی دین کے حصے بخرے کرنے اور دین کو مراسم عبودیت تک محدود کرنے کے جرم کی مرتکب ہے۔ نتیجتاً اللہ کی جانب سے ذلت ومسکنت کا عذاب آج پوری اُمت پر مسلط ہے۔ ایسے میں ہم لوگوں نے اللہ کی تائید وتوفیق سے یہ عزم کیا ہے کہ وہ

☆ پورے دین کو اپنے وجود پر اور اسے گھر میں نافذ کرنے کی مقدور بھر سعی کریں گے۔

☆ امت کی اجتماعی ذمہ داری یعنی دعوت دین اور شہادت علی الناس کی ادائیگی کی خاطر ایک ”حزب اللہ“ کی صورت میں دوسروں تک دین کو پھیلانے اور پھر دین کو عملاً قائم و غالب کرنے کی سرتوڑ کوشش کریں گے۔

انہوں نے مزید فرمایا کہ میں امید کرتا ہوں کہ تنظیم اسلامی کے ملتزم رفقاء کا یہ سہ روزہ اجتماع اپنے اس تنظیمی و تحریکی سبق کو نہ صرف تازہ کرنے کا موجب بنے گا بلکہ اس کے ذریعے اس سبق کو ازبر کرنے اور حرز جان بنانے کا موقع

بھی ان شاء اللہ میسر آئے گا۔ چنانچہ قوی اُمید ہے کہ تنظیم کی دعوت کے کام کو جو دراصل قرآن ہی کے آفاقی و انقلابی پیغام پر مشتمل ہے آئندہ ہم تیز تر کرنے اور اپنی انفرادی و اجتماعی دینی ذمہ داریوں سے بہتر طور پر عہدہ برآ ہونے کے قابل ہوسکیں گے کہ ہمیں اللہ نے یہ ہدایت بخشی ہے کہ ہماری اخروی کامیابی کا حصول ہی نہیں دنیا میں عذاب عمومی سے بچنے کا یقینی راستہ بھی یہی ہے۔

آپ نے مزید فرمایا اب جبکہ آپ لوگ گھروں سے نکل کر سفر کی مشکلات طے کر کے یہاں پہنچ گئے ہیں تو کوشش کریں کہ تمام پروگراموں میں بروقت حاضر رہیں اور جس مقصد کے لئے یہاں جمع ہوئے ہیں اس کو حاصل کرنے میں زیادہ سے زیادہ وقت لگائیں اور فارغ اوقات میں رفقاء سے تعارف حاصل کریں۔ نیز تنظیمی کاموں کے ضمن میں جو دشواریاں اور رکاوٹیں حائل ہوتی ہیں ان پر ایک دوسرے سے باہمی مشاورت کریں اور ایک دوسرے کے تجربات سے فائدہ اٹھائیں۔ نیز آپ نے اس اجتماع سے غیر حاضر رہنے والے رفقاء کے ضمن میں بدگمانی سے اجتناب کرنے کی تلقین فرمائی اور حاضر رفقاء پر زور دیا کہ وہ زیادہ سے زیادہ اللہ سے رشتہ جوڑنے کی کوشش کریں کیونکہ یہ کام جس کا بیڑا ہم نے اٹھایا ہے اس کے بغیر چل ہی نہیں سکتا۔

ناظم اعلیٰ اظہر بختیار خلجی صاحب:

امیر تنظیم کے اس پُر مغز اور پُر حوصلہ خطاب کے بعد ناظم اعلیٰ محترم اظہر بختیار خلجی صاحب مائیک پر تشریف لائے اور اپنے خطاب میں فرمایا جس دور میں ہم اقامت دین کی جدوجہد کر رہے ہیں یہ فتنوں شر انگیزیوں اور طاغوت کا زمانہ ہے دجالیت کے مہیب سمندر اور اس کی لہروں کے سامنے ہمیں جھاگ یا خس و خاشاک نہیں بننا بلکہ وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار بننا ہے جو کہ سمندر کو پیچھے دھکیل دے اور طوفان بلاخیز کے رخ کو موڑ دے۔ اس عظیم کام کے لئے ہمیں انتہائی مضبوط گہرے اور شعوری ایمان کی ضرورت ہوگی اس کے بغیر ہمارے قدم لڑکھڑا جائیں گے۔ نیز آپ نے فرمایا کہ اپنے اندر سمع و طاعت کی خو پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ ہر غلط کام سے ہجرت اقامت دین کی جدوجہد اور حق گوئی و بے باکی کے خصائل ہر سطح پر اپنے اندر پیدا کریں۔ آپ کے خطاب کے ساتھ ہی مغرب کا وقت آ پہنچا۔

ناظم دعوت چوہدری رحمت اللہ بٹر صاحب:

نماز مغرب کی ادائیگی کے بعد ناظم دعوت محترم چوہدری رحمت اللہ بٹر صاحب نے ''دعوت قرآنی کا لب لباب'' کے موضوع پر خطاب فرمایا۔ موصوف کا یہ خطاب تقریباً سوا گھنٹہ پر مشتمل تھا۔ جس میں آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ سے استفادہ کرتے ہوئے بتلایا گیا کہ آج امت پر جو رسوائی اور ذلت سوار ہے اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ اس امت نے دعوت دین کے کام کو پس پشت ڈالا ہوا ہے آپ کا خطاب اذان عشاء تک رہا نماز کی ادائیگی کے بعد شام کا کھانا رفقاء کی خدمت میں پیش کیا گیا اور اس طرح آج کی کارروائی اپنے انجام کو پہنچی۔

26 دسمبر۔ بروز جمعۃ المبارک

عبدالسلام عمر صاحب:

بعد نماز فجر جناب عبدالسلام عمر صاحب نے سورہ حم سجدہ کی منتخب آیات سے درس قرآن دیا۔ آپ نے فرمایا ایمان کا لب لباب یہ ہے کہ انسان اللہ کی ربوبیت پر مطمئن ہو جائے تو اصی بالحق کی بلند ترین چوٹی دعوت الی اللہ ہے اور صبر کا بلند ترین مقام یہ ہے کہ انسان بدی کا جواب بدی سے دینے کی بجائے نیکی سے دے اور اس سب کے ساتھ ساتھ شیطان کی وساوس سے اللہ کی پناہ مانگتا رہے اور ان سارے کاموں کے باوجود اپنے آپ کو عام مسلمان تصور کرتا رہے۔ اپنے اندر عجب اور بڑائی کو در نہ آنے دے۔

درس کے بعد آرام اور ناشتہ کا وقفہ دیا گیا جس میں رفقاء نے درمیانی وقت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ساحل سمندر پر چہل قدمی کی اور صبح کے سہانے منظر سے خوب لطف اٹھایا۔

ناشتہ کے بعد داعی اور تعلق مع اللہ کے موضوع پر جناب شاہد اسلم صاحب ناظم تربیت نے تفصیلی گفتگو کی۔ آپ کے خطاب کے بعد کراچی کے نوجوان رفیق جناب شجاع الدین شیخ صاحب نے داعیانہ کردار اور اس کے تقاضے پر خطاب فرمایا آپ کے خطاب کے بعد ایک مذاکرہ ''دعوت کیوں'' کے موضوع پر ہوا جس میں تقریباً بارہ رفقاء نے حصہ لیا اور میزبانی کے فرائض جناب انجینئر نوید احمد صاحب نے انجام دیئے۔ آپ نے مختلف موضوعات اٹھا کر شرکاء کو اپنے خیالات پیش کرنے کی دعوت دی جس سے دین میں دعوت کی اہمیت' اس کی فضیلت اور اس سے غفلت برتنے کی صورت میں عواقب و نتائج واضح ہوئے۔ اس پروگرام کو تمام رفقاء نے بہت ہی مفید پایا پروگرام کے اختتام پر چائے کا وقفہ ہوا اور نماز جمعہ کی تیاری کے لئے وقت دیا گیا۔

بانی تنظیم اسلامی حضرت ڈاکٹر اسرار احمد دامت برکاتہم:

بانی تنظیم اسلامی حضرت ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ نے ''موجودہ عالمی حالات' اسلام اور امت مسلمہ کا مستقبل'' کو خطبہ جمعہ کا موضوع بنایا پہلے آپ نے امت مسلمہ کی چودہ سو سالہ تاریخ پر ایک نظر ڈالی پھر ایک ہزار سال سے لے کر آج تک کی تجدیدی تاریخ بیان فرمائی پھر آج کے حالات کا موازنہ فرمایا کہ ہم تقریباً 56 مسلم ممالک ہونے کے باوجود ہماری کوئی حیثیت نہیں دنیا میں ہر جگہ ہمیں مار پڑ رہی ہے اور مسلمانوں کی عظیم اکثریت بھی اسلام کو مذہب ہی سمجھ بیٹھی ہے جس کی وجہ اسلام کو ایک محدود حصہ میں بند کر دیا گیا ہے جبکہ تنظیم اسلامی اور جماعت اسلامی نے یہ فکر عام کرنے کی سرتوڑ کوشش کی کہ اسلام دین ہے اور وہ زندگی کے ہر گوشہ میں ہدایات دیتا ہے اور اس کی ہدایات ابدی اور غیر مبدل ہیں۔ اس فکر کو بہت سی جماعتوں نے چھوڑا ہوا ہے۔

جماعت اسلامی اور تنظیم اسلامی فرقہ واریت سے پاک جماعتیں ہیں اور یہ خالص اسلام کی دعوت دیتی ہیں لیکن جماعت اسلامی نے انتخابی سیاست میں آ کر اپنی تاسیسی مقاصد سے ہٹ گئی ہے۔ اگر وہ پھر سے اپنے اصل ہدف پر آ جائے تو توقع ہے کہ پھر یہاں سے احیائے دین کی ابتدا ہو جس کے لئے تاریخی شواہد بھی ہیں اور زمینی حقائق بھی۔ آپ نے مزید فرمایا کہ حضور ﷺ کی رحمۃ للعالمینی کا فطری تقاضا ہے کہ آپ کی نبوت کل روئے ارضی پر جاری و ساری ہو اور اس کا منطقی نتیجہ ہے کہ اسلام پوری دنیا پر قائم ہوگا اور اس بات کا قرآن میں کئی جگہ اشارۃً اور احادیث نبویہ میں صراحۃً ذکر موجود ہے اور خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو آج دین اسلام کو اپنی زندگیوں میں نافذ کرنے کی کوشش کرنے کے ساتھ ساتھ اس کی دعوت کو عام کرنے کے سر دھڑ کی بازی لگا رہے ہیں اور یہی لوگ ہیں جو فلاح سے ہمکنار ہوں گے۔

بانی تنظیم نے خطاب میں ایسا سماں باندھ دیا تھا کہ لوگ سانس روک کر بیٹھے ہوئے تھے اور ہر ایک اگلا فقرہ سننے کا منتظر تھا۔ کئی افراد کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور ہر کوئی آپ کے تجزیے سے متاثر نظر آ رہا تھا۔ جامع القرآن اپنی تنگ دامنی کا شکوہ کر رہی تھی۔ اس کے باوجود کہ لوگوں نے ایثار و قربانی کا مظاہرہ کرتے ہوئے دوسرے نمازیوں کو درمیان میں سمو لیا تھا۔ خطبہ و امامت کے فرائض امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید صاحب نے انجام دیئے۔

نماز جمعہ کے بعد دوپہر کے کھانے اور آرام کا وقفہ دیا گیا۔ نماز عصر کے بعد محترم مختار احمد فاروقی نے دعوت اور اندازِ آخرت کے موضوع پر بھرپور خطاب فرمایا جو کہ نماز مغرب تک جاری رہا۔

بعد نماز مغرب دعوت میں انفاق فی سبیل اللہ کی اہمیت کے موضوع پر کفیل احمد ہاشمی صاحب نے خطاب کرنا تھا مگر وہ کسی مجبوری کی بنا پر اجلاس میں شریک نہ ہو سکے تھے جناب اعجاز لطیف صاحب نے صرف آدھے گھنٹے میں تیاری کر کے موضوع کا حق ادا کر دیا۔ جس کے لئے ان کو داد نہ دینا ناانصافی ہوگی۔ آپ کے خطاب کے بعد تنظیمی دعوت ایک منظم انداز کے موضوع پر سید شبیا احمد صاحب نے خطاب فرمایا آپ نے سلائیڈ اور چارٹوں کے ذریعے یہ سمجھانے کی کوشش کی کہ دعوت کو کس طرح ایک منظم

طریقے سے پہنچایا جا سکتا ہے اور اس کے فوائد بھی سمجھائے۔ آپ کے خطاب کے بعد رفقاء نے اس ضمن میں ان سے سوالات بھی کئے جن کے تسلی بخش جوابات بھی شیبا صاحب نے دیئے۔ نماز عشاء اور کھانے پر آج کے پروگرام کا اختتام ہوا۔

27 دسمبر 2003ء بروز ہفتہ

فجر کی نماز کے بعد محترم ڈاکٹر طاہر خاکوانی صاحب نے سورہ مائدہ اور سورہ مجادلہ کی منتخب آیات کا درس دیا۔ ناشتہ سے فراغت کے بعد ''جماعتی زندگی کے مہلکات'' کے موضوع پر جناب قاضی فضل حکیم صاحب نے بہت ہی جوشیلی اور عمدہ تقریر کی' آپ نے ان امور کی نشاندہی کی جس کی وجہ سے جماعتیں اور تنظیمیں ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو جاتی ہیں۔ آپ نے اطاعت فی المعروف پر زور دیا اور نظم کے تقاضوں کو پورا نہ کرنے پر جو وبال آنے والا ہے اس کی نشاندہی کی۔ اس تقریر کے اختتام پر رفقاء بیرون پاکستان نے ''عملی دعوت کا مظاہرہ'' کے موضوع پر ایک ورکشاپ منعقد کی۔ یہ اپنی طرز کی پہلی ورکشاپ تھی جو تنظیم کے کسی اجتماع میں منعقد کی گئی۔ یہ دو حصوں پر مشتمل تھی پہلے حصہ میں ایک رفیق نے محبِ وطن پاکستانی سرمایہ دار کا کردار ادا کیا۔ جبکہ ان کو دو رفقاء تنظیم نے تنظیم کی دعوت دی۔ لیکن وہ اپنی دعوت کو صحیح اور منظم انداز میں پیش کرنے سے قاصر رہے۔ محترم شیبا صاحب نے بتلایا کہ دعوت دینے والے رفقاء سے کہاں کہاں غلطی ہوئی جس کے باعث وہ اپنی دعوت صحیح طریقے سے نہ پہنچا سکے۔ دوسرے حصے میں ایک رفیق نے ایک مذہبی شخصیت کو جو کہ نماز روزہ کی پابند ہے اور کچھ خیر کے کاموں میں بھی حصہ ڈالتی ہے اس کو دو رفقاء نے تنظیم کی دعوت پیش کی۔ مگر یہاں بھی یہ رفقاء کامیاب نہ ہو سکے۔ اور شیبا صاحب نے ان امور کی طرف سے اشارہ کیا جس کی وجہ سے وہ دعوت صحیح طریقے سے نہ دے سکے۔

یہ پروگرام بے حد معلوماتی اور دلچسپ تھا اور دعوت کے راستے کی رکاوٹوں کو بہت ہی اچھے انداز میں پیش کیا گیا۔ اور آخر میں ان کو دور کرنے کے طریقے بتلائے گئے۔ اس پروگرام کے اختتام پر چائے کا وقفہ ہوا اور پھر ٹھیک 11 بجے رفقاء اجتماع گاہ میں پہنچ گئے اب اسٹیج پر محترم خالد عباسی صاحب تشریف لائے اور آپ نے ''حزب اللہ میں حزب الشیطان کی موجودگی'' کے موضوع پر خطاب فرمانا تھا مگر آپ نے موضوع میں معمولی سی تبدیلی کی اور اب اس کا عنوان ''حزب اللہ میں حزب الشیطان کا عمل دخل یا حزب اللہ میں حزب الشیطان کے عنصر کی موجودگی'' کے عنوان سے فکر انگیز باتیں ارشاد فرمائیں اور ہر ایک کو اپنے دامن میں جھانکنے کی دعوت دی کہ وہ اپنے عمل اور کردار کا محاسبہ کریں اور جہاں جہاں پسپائی ہو رہی ہے اس کو دور کرنے کی کوشش کریں آپ کی یہ تقریر تمام رفقاء کو سنانے کی ضرورت ہے تاکہ رفقاء ایک نئے عزم سے اور شعوری طور پر تنظیم کا کام کر سکیں۔ اس خطاب کے بعد بانی تنظیم سے سوال و جواب کی نشست تھی۔

سوالات پہلے ہی تحریری شکل میں لئے جا چکے تھے۔ بانی تنظیم نے سب سے پہلے اس بات کی وضاحت فرمائی کہ ان کو بانی امیر کے لقب سے موسوم نہ کیا جائے بلکہ صرف بانی تنظیم کہا جائے۔ ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ یہ منتخب نصاب ایک خاص حالت میں مرتب ہوا ہے اور اپنے موضوع کے اعتبار سے انتہائی جامع ہے۔ اس کو حرزِ جان بنایا جائے اور اس کے دروس کو عام کیا جائے۔ سوال و جواب کی نشست نماز ظہر تک رہی۔ نماز ظہر کے بعد کھانے اور آرام کا وقفہ دیا گیا۔

ناظم اعلیٰ اظہر بختیار خلجی صاحب:

عصر کی نماز کے بعد ناظم اعلیٰ محترم اظہر بختیار خلجی صاحب نے ملتزم رفقاء کی کارکردگی کا جائزہ پیش فرمایا جو کہ قابلِ رشک حد تک نہ تھا۔ بلکہ اس میں بعض اعتبارات سے کمی کا پہلو غالب تھا۔ آپ نے بہت ہی شفقت و پیار سے رفقاء کی کوتاہیوں کا تذکرہ کرتے ہوئے ان کو دور کرنے کا مشورہ دیا۔

امیر تنظیم اسلامی کا اختتامی خطاب:

نماز مغرب کی ادائیگی کے بعد اس اجتماع کی آخری نشست امیر تنظیم اسلامی کا اختتامی خطاب تھا۔ جس میں آپ نے سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لایا کہ اس کی تائید و نصرت ہی سے یہ پروگرام پایۂ تکمیل کو پہنچا اور ہر طرح سے کامیاب رہا۔ آپ نے تمام رفقاء کا بھی شکریہ ادا کیا جن کی کاوشوں اور دن رات کی محنت اس اجتماع میں صرف ہوئیں خصوصیت کے ساتھ امیر حلقہ زیریں سندھ جناب نسیم الدین صاحب کا جنہوں نے علالت اور کمزوری کے باوجود تمام پروگرام کو ترتیب دیا اور خود ہر کام کی نگرانی کی۔ آپ نے شرکاء اجتماع کا بھی شکریہ ادا فرمایا کہ انہوں نے دور دراز کا سفر اختیار کر کے ملک کے ایک گوشہ سے دوسرے گوشہ پہنچے اور دل جمعی سے اجلاس کی کارروائی میں حصہ لیا۔ آپ نے فرمایا کہ اب تنظیم کی دعوت کو ایک منظم انداز میں چلانا ہے اور ہر رفیق تنظیم کو کم از کم چار اشخاص کو منتخب کر کے ان کو تنظیم کی دعوت دینے کی تلقین فرمائی اور فرمایا کہ اب ہم کوشش کریں گے کہ دعوت کو شیبا صاحب کے مرتب کردہ طرز پر چلائیں تاکہ فرد بھی دعوت کا کام انجام دے اور اجتماعیت بھی اس کام میں اس کی ممد و معاون ہو۔ نیز آپ نے فرمایا کہ یہ کام اسی وقت صحیح انداز میں ہو سکتا ہے جبکہ اللہ سے تعلق قائم ہو اور اس میں اضافہ ہوتا جا رہا ہو اور نیت بھی صحیح ہو اور فرمایا کہ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اس لئے اپنی نیت اور ارادہ کو صرف رضائے الٰہی پر مرکوز کر دیں۔ آخر میں دعائے خیر پر اس پروگرام کا اختتام ہوا۔

بانی تنظیم نے فرمایا:

الحمد للہ کہ مجھے اس امر پر تو کامل اطمینان ہے کہ میری یہ تحریک جوں کی توں اور بغیر کسی بڑے انتشار کے گویا "ONE-PIECE" اگلی نسل کو منتقل ہو گئی ہے' تاہم ایک احساس ہے کہ بعض رفقاء پر ''بے ذوقی'' تو نہیں ''کم کوشی'' کا غلبہ ضرور ہو رہا ہے اور وہ تحریک و تنظیم کی مصروفیات کو ایک خاص سطح پر CAP کر چکے ہیں' چنانچہ ایک ROUTINE کی سی کیفیت جڑ پکڑ رہی ہے لہٰذا اس وقت تنظیم اسلامی کو ایک نئے عزم' نئے ولولے' اور نئے جوش کی ضرورت ہے — اس کے ضمن میں میری ''وصیت'' یہ ہے کہ تنظیم کے رفقاء ''مطالعہ قرآن حکیم کے منتخب نصاب'' پر از سرِ نو توجہ دیں — اور اس کے ضمن میں میں نے زیادہ مفصل اور قدرے علمی گہرائی کے ساتھ جو درس ۹۳-۹۲ء میں دیا تھا' اس پر توجہ مرکوز کریں'' — دعوتی اور خطابی انداز میں تو یقیناً میرا ۴۴ گھنٹوں کے آڈیو کیسٹوں میں محفوظ درس ہی زیادہ مؤثر ہے — جو ہمارے بہت سے رفقاء کو بحمد اللہ ازبر یاد ہے' لیکن اس نصاب کے ضمن میں قدرے زیادہ علمی گہرائی میں رفقاء کے ''یقین'' اور ''بصیرت'' کی گہرائی اور گیرائی میں اضافے کا موجب ہوگا — اور چونکہ لاہور اور کراچی کے ایک سالہ رجوع الی القرآن کورس میں شرکت کرنے والے رفقاء کا عربی گرامر سے کچھ نہ کچھ شغف پیدا ہو گیا ہے لہٰذا انہیں تو اس کے سلسلے میں قطعاً کوئی دقت پیش نہیں آئے گی! مجھے امید واثق ہے کہ اس کے ذریعے کارکنوں میں ایک نیا جوشِ عمل پیدا ہو جائے گا۔ واللہ اعلم! —

عظیم لوگوں کا عظیم فیصلہ

جاوید چودھری

ٹکاپتی نے اعتراض کیا "حضور آپ ہر الیکشن کے بعد پارٹی کیوں بدل لیتے ہیں"۔ برسر اقتدار سیاستدان نے سرزنش کی "میں تو روز اوّل سے ایک ہی پارٹی میں ہوں۔" بھولے ووٹر نے حیران ہو کر عرض کیا "جناب آپ فلاں دور میں فلاں پارٹی میں تھے' پھر فلاں پارٹی میں ہوئے اور اب اس پارٹی میں ہیں"۔ سیاستدان نے قہقہہ لگایا اور پیٹ پکڑ کر بولا "میں تو ہمیشہ حکومتی پارٹی میں رہتا ہوں' یہ تو اس پارٹی کا لوٹا پن تھا کہ یہ ہر دور میں اپنا نام بدل لیتی ہے"۔

میرے تمام دوست اس گفتگو کو لطیفہ کہتے ہیں ان کا خیال ہے کہ یہ ایک ایسا بزرگ لطیفہ ہے جس کی اب تک مونچھیں بھی سفید ہو چکی ہیں' لیکن میں اسے لطیفہ ماننے کے لئے تیار نہیں ہوں۔ میں اسے پاکستان کا سیاسی فلسفہ' ایک مسلمہ حقیقت سمجھتا ہوں' پاکستان کا شاید ہی کوئی سیاستدان ہوگا جس نے کبھی حکومتی پارٹی کا حلف نہ اٹھایا ہو' جس کے اندر ایک کنگ سائز لوٹا موجود نہ ہو۔ آپ 58 ٹو بی کو لیجئے جنرل ضیاء الحق نے 1985ء کے الیکشن کے بعد قومی اسمبلی سے 8ویں ترمیم منظور کرائی جس کے نتیجے میں انہیں قومی اسمبلی توڑنے کا اور حکومتوں کو چلتا کرنے کا اختیار مل گیا۔ جنرل صاحب نے اپنی زندگی میں ایک بار' ان کے جانشین غلام اسحٰق خان نے 2 اور مکمل جمہوری صدر فاروق احمد لغاری نے ایک مرتبہ یہ اختیار استعمال کیا۔ 1997ء میں نواز شریف نے ایوان میں 13ویں اور 14ویں ترامیم پیش کیں۔ 13ویں کا فیصلہ صدر سے 58 ٹو بی واپس لینا تھا اور 14ویں کا ارکان اسمبلی کی فلور کراسنگ روکنا تھا۔ ایوان میں موجود تمام ارکان اور جماعتوں نے متفقہ طور پر یہ ترامیم منظور کر لیں۔ اس وقت قومی اسمبلی میں مسلم لیگ' پیپلز پارٹی' اے این پی' ایم کیو ایم اور مذہبی سیاسی جماعتوں کے ارکان موجود تھے۔ ان تمام ارکان نے 1997ء میں 58 ٹو بی کے خلاف ووٹ دیئے تھے۔ 2002ء میں صدر پرویز مشرف نے انتخابات کرائے تو نئی گریجوایٹ اسمبلی میں ایسے 32 ارکان منتخب ہو کر آئے جنہیں 1997ء کی اسمبلی میں بھی قوم کی نمائندگی کی سعادت حاصل تھی جبکہ 12 ارکان ایسے ہیں جو سابق ارکان کے وہ جانشین ہیں جنہیں بی اے کی ڈگریاں والدین کی نشستوں تک لے آئیں۔ 2003ء کے آخری دن قومی اسمبلی میں 1997ء کی ترامیم کی واپسی شروع ہوئی اور 242 ارکان کے ووٹوں سے صدر پرویز مشرف کو 58 ٹو بی کے اختیارات واپس مل گئے۔ ایوان نے صدر کو حکومت توڑنے اور اسمبلی کی برخاستی کی طاقت دے دی۔ جب صدر کو یہ اختیار واپس دیا جا رہا تھا تو اس وقت 1997ء کے دور کے وہ 32 ارکان بھی ایوان میں موجود تھے۔ ان 32 ارکان میں 21 قائد ایسے تھے جنہوں نے 1997ء میں 58 ٹو بی کی حمایت میں ووٹ دیا تھا اور صرف پانچ برس بعد یہ لوگ 58 ٹو بی کی حمایت میں ووٹ دے رہے ہیں۔ آپ 1997ء کی فہرستیں نکال کر دیکھ لیں 13ویں اور 14 ترمیم کے موقع پر 1997ء میں چودھری غیاث احمد' چودھری انور علی' چودھری شجاعت حسین' دانیال عزیز' رائے منصب علی' خورشید محمود قصوری' جعفر خان لغاری' نصر اللہ دریشک' علی محمد مہر' غوث بخش مہر' شیخ رشید' ارباب غلام رحیم' کنور خالد یونس' مولوی محمد خان شیرانی' سردار یار محمد رند' عبدالستار لالیکا' ہمایوں اختر عبدالرحمٰن' سکندر بوسن' اعجاز الحق اور چودھری امیر حسین نے اس 58 ٹو بی کے خلاف ووٹ دیا تھا۔ لیکن جب 2003ء آخری سانسیں لے رہا تھا تو یہی لوگ 58 ٹو بی کے حق میں ووٹ دے رہے تھے۔ بات یہیں تک نہیں 1997ء میں گوہر ایوب نے 58 ٹو بی کی مخالفت کی 2003ء میں ان کے صاحبزادے ایم این اے عمر ایوب نے اس کی حمایت میں ووٹ دیا۔ سردار یوسف اس کے مخالف تھے ان کا بیٹا شاہجہان حامی ہے۔ ناصر علی بلوچ مخالف' رجب علی بلوچ حامی' صاحبزادہ سلطان مخالف صاحبزادہ محبوب سلطان حامی' رانا نذیر مخالف رانا عمر نذیر حامی' چودھری اعجاز مخالف چودھری بلال اعجاز حامی' سکندر حیات ملہی مخالف علی اسجد ملہی حامی' صدیق کانجو مخالف اختر کانجو حامی' نواز کھچی مخالف آفتاب کھچی حامی' غلام ربانی کھر مخالف رضا ربانی کھر حامی' چودھری مبشر حسین مخالف ان کے چچا چودھری وجاہت حامی اور 1997 میں وزیر اعظم کے صاحبزادے فرید اللہ جمالی اس کے مخالف اور اسی نشست پر 2002ء میں منتخب ہونے والے میر ظفر اللہ جمالی اس کے حامی۔

آپ پارٹیوں کو بھی دیکھئے مسلم لیگ نے 1997ء میں 58 ٹو بی کے خاتمے کی تحریک پیش کی 2003ء میں اسی جماعت کے ارکان ق کے ٹائٹل تلے اس کی بحالی کا بندوبست فرما رہے ہیں۔ پیپلز پارٹی نے 1997ء میں اس کے خاتمے کی حمایت کی 2003ء میں اس کے ارکان پیٹریاٹ کے نام سے اس کی حمایت کر رہے ہیں۔ ایم کیو ایم 1997ء میں 58 ٹو بی کی مخالف تھی 2003ء میں اس کی حمایت کر دی۔ حیرت ہوتی ہے ان لوگوں نے پانچ برس بعد ہی اپنا فیصلہ کیسے تبدیل کر لیا۔ ان کا 1997ء میں جو غلط تھا وہ فیصلہ 2003ء میں درست کیسے ہو گیا۔ چنانچہ خواتین و حضرات یہاں پہنچ کر میرے اعصاب شل ہو جاتے ہیں مجھے اپنی کم فہمی' کمزور ادراک اور کوتاہ فکری کا احساس ہوتا ہے اور میں سوچتا ہوں کہ اس گتھی کو سلجھانے کے لئے بہت زیادہ تدبر' عقل اور ذہانت درکار ہوتی ہے جو ظاہر ہے میرے جیسے فکری افلاس کے مارے شخص کے پاس نہیں لہٰذا میں یہ گتھی اپنے اس عظیم ملک کے ان عظیم لوگوں کے سامنے رکھتا ہوں جن کے ووٹوں سے منتخب ہو کر یہ لوگ اس ایوان تک پہنچے جہاں انہوں نے یہ عظیم فیصلہ فرمایا اور ملک و قوم کو جمہوریت استحکام اور ترقی کے عظیم دور میں لا کھڑا کیا۔ اب عظیم لوگوں کا فیصلہ عظیم لوگ ہی کریں گے۔

(بشکریہ روزنامہ "جنگ")

دعائے مغفرت

- ☆ ہارون آباد کے رفیق تنظیم شیخ احمد مقصود کے چچا شیخ منظور احمد صاحب گزشتہ دنوں وفات پا گئے ہیں۔
- ☆ سیف اللہ صاحب کی اہلیہ محترمہ جو حلقہ خواتین قرآن اکیڈمی کی ناظمہ تھیں' گزشتہ دنوں انتقال فرما گئی ہیں۔
- ☆ رفیق شاہد علی صاحب (رفیق تنظیم کراچی) کے والد محترم انتقال کر گئے ہیں۔
- ☆ راولپنڈی سے تعلق رکھنے والے تنظیم اسلامی کے بزرگ اور دیرینہ رفیق عبدالرشید صاحب گزشتہ دنوں رحلت کر گئے۔ وہ کافی عرصہ تک دفتر حلقہ پنجاب شمالی میں بھی کام کرتے رہے۔
- ☆ اسلام آباد کے رفیق تنظیم جناب عظمت ممتاز ثاقب کے بیٹے انتقال کر گئے ہیں۔
- ☆ تنظیم اسلامی شاہ فیصل ملیر (کراچی) کے رفیق شبیر احمد صاحب کی چھوٹی صاحبزادی انتقال کر گئی ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان کی خطاؤں سے درگزر فرماتے ہوئے انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مراتب عطا فرمائے آمین!

رب العالمین کی عبادت

تحریر: جناب رحمت اللہ بٹر، ناظم دعوت، تنظیم اسلامی پاکستان

قارئین اسلام دین کیا ہے اور اس کے کون کون سے گوشے ہیں جو ہماری زندگی سے متعلق ہمارے نظریات اور معاملات سے تعلق رکھتے ہیں ان کو واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ ان کی رو سے ہر انسان سے اللہ تعالیٰ کا کیا مطالبہ ہے اور پھر اہل ایمان سے کیا تقاضا ہے وہ آپ کے سامنے رکھا جا رہا ہے تاکہ ہر مسلمان یہ جان لے اور اپنے لئے کامیابی کی سیدھی راہ اختیار کر سکے۔

پہلا مطالبہ جو پوری انسانیت سے ہے وہ ہے عبادت رب۔

قافلہ تنظیم اسلامی میں شمولیت کے بعد یہ احساس بیدار ہوا کہ بحیثیت مسلمان ہم میں سے ہر ایک پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ اپنی زندگی کے مقصد کو پورا کرے اور محمد ﷺ کے امتی ہونے کے تعلق سے دین کے وہ فرائض ادا کرے جو اس پر عائد ہوتے ہیں۔ نتیجتاً قرآن مجید کی طرف رغبت بڑھی اور اس کا مطالعہ ہونے لگا۔ بہت سی حقیقتیں تو محترمی و مربی ڈاکٹر اسرار احمد صاحب مدظلہ کے دروس سے منکشف ہوئیں لیکن بعض کی طرف قرآن مجید نے از خود رہنمائی کی۔ ان حقائق سے ایک حقیقت ''عبادت رب'' ہے۔ عبادت اور رب کا تعلق اور پھر بندگی کے تقاضے ایک ترتیب سے ذہن میں ایسے سمائے کہ بہت سے اشکالات خود بخود حل ہو گئے۔ محترم ڈاکٹر صاحب کے ذریعے جو فرائض دینی کا تصور علیحدہ علیحدہ اصطلاحات کے ذریعے سامنے آیا تھا وہ ایک نئی ترتیب سے واضح ہوا کہ یہ سوال باقی ہی نہ رہے کہ آیا عبادت رب کے ساتھ شہادت حق اور اقامت دین بھی ہر مسلمان کے فرائض میں شامل ہے یا نہیں۔ جب راقم الحروف نے تربیت گاہوں میں ''فرائض دینی کا جامع تصور'' کے موضوع پر لیکچر دینا شروع کیا تو اسی ترتیب کے ساتھ رفقاء کے سامنے بات رکھنے کی کوشش کی۔ اب تحریر کے ذریعے کوشش کر رہا ہوں کہ اس فکر کو عام کروں۔ تحریر و تصنیف کے ضمن میں اپنی بے بضاعتی کا احساس ہے، لیکن اللہ کے بھروسے پر اس کام کا آغاز کر دیا ہے۔ وللہ التوفیق فی الاولی والاخرۃ۔

سورۂ یٰسین میں اللہ تعالیٰ نے پیشگی آگاہ کر دیا ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ انسانوں سے باز پرس کریں گے جنہوں نے اللہ کی عبادت پر اپنی زندگی نہ گزاری ہوگی۔

﴿اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ○ وَّاَنِ اعْبُدُوْنِيْ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ﴾ (یٰسین:60-61)

''اے بنی آدم! کیا میں نے تم سے عہد نہیں لیا تھا کہ تم شیطان کی عبادت نہیں کرو گے کیونکہ وہ تو تمہارا کھلا دشمن ہے اور یہ کہ تم میری ہی بندگی کرو گے۔ یہ تھا سیدھا راستہ (جو تمہیں اختیار کرنا چاہئے تھا)''۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا واقعی کوئی ایسا عہد ہے جو ہم نے اللہ تعالیٰ سے کیا تھا جس کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ قرآن مجید اس بات کا جواب اثبات میں دیتا ہے کہ ہاں ایسا ہوا تھا۔ چنانچہ سورۃ الاعراف میں اس کا بڑے اہتمام سے ذکر کیا گیا ہے:

﴿وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِيْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰي شَهِدْنَا اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ ○ اَوْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اَشْرَكَ اٰبَاۗؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِّنْۢ بَعْدِهِمْ اَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُوْنَ ○ وَكَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ وَلَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ○﴾ (الاعراف:172-174)

''(یاد کرو) جب تیرے رب نے بنی آدم سے یعنی ان کی پیٹھوں سے ان کی اولاد نکالی اور ان کو خود ان کی جانوں پر گواہ ٹھہرایا اور پوچھا: کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ (اس پر) تمام انسانوں نے اقرار کیا: کیوں نہیں! ہم اس پر گواہ ہیں۔ (ہم نے یہ عہد اس لئے لیا کہ) مبادا تم قیامت کے دن یہ کہہ دو کہ ہم اس سے غافل تھے یا یہ کہ ہمارے باپ دادا نے شرک کیا ہم سے پہلے اور ہم ان کی اولاد تھے (اس لئے ہم بھی مشرک ہو گئے) تو کیا تو ہمیں ان غلط کار لوگوں کی وجہ سے ہلاکت میں ڈالے گا؟ ہم اس طرح کھول کھول کر اپنی آیات کو بیان کر رہے ہیں تاکہ وہ ہماری طرف رجوع کریں۔''

گویا اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی طرف سے پیش کئے جانے والے دونوں بہانوں کو رد کرنے کے لئے یہ عہد لیا تھا۔ ایک یہ کہ وہ کہہ دیں کہ ہمیں تو کسی نے بتایا ہی نہیں کہ ہمارا رب کون ہے اس لئے ہم کس کی بندگی کرتے اور دوسرے یہ کہ آباء پرستی، تقلید یا زمانے کے چلن کا عذر بھی نہ رہے کیونکہ یہ عہد ہر انسان سے فرداً فرداً لیا گیا۔

اب یہاں دو باتیں توجہ طلب ہیں عہد تو اللہ کے رب ہونے کا لیا گیا لیکن باز پرس اس پر کی جا رہی ہے کہ میری بندگی کیوں نہیں کی اور اسی کو تمام جنوں اور انسانوں کی تخلیق کی غایت بھی قرار دے دیا گیا ہے:

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ○﴾ (الذاریات:56)

''میں نے جنوں اور انسانوں کو پیدا ہی اس لئے کیا ہے کہ وہ میری بندگی کریں۔''

دوم یہ کہ ہمیں تو یہ عہد یاد ہی نہیں ہے اس لئے ہم اس کے تقاضے کیسے پورے کریں۔

پہلی بات یہ ذہن نشین کر لیجئے کہ یہ عہد یاد رکھنے والا نہیں ہے بلکہ اس کو فطرت میں سمو دیا گیا ہے کہ انسان جسے شعوری طور پر رب سمجھتا ہے اس کی بندگی لازماً کرتا ہے اور یہ فطرت تبدیل نہیں ہوتی۔ چنانچہ سورۂ روم میں فرمایا گیا:

﴿فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ۭ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ۭ لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ﴾ (الروم:30)

''پس اپنے رخ کو اللہ کی اطاعت پر یکسو کر لو۔ یہ اللہ کی فطرت ہے جس پر اس نے انسان کو پیدا کیا ہے اور اللہ کی بنائی ہوئی ساخت بدلی نہیں جا سکتی۔''

یہی حقیقت ہے جس کو نبی اکرم ﷺ نے بایں الفاظ بیان فرمایا ہے:

((مَا مِنْ مَوْلُوْدٍ اِلَّا يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَاَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهٖ اَوْ يُمَجِّسَانِهٖ اَوْ يُنَصِّرَانِهٖ وَفِي رِوَايَةٍ اَوْ يُشَرِّكَانِهٖ))

''ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے (یعنی فطرت اسلام پر) پھر اس کے والدین اسے یہودی، مجوسی یا نصرانی بنا دیتے ہیں''۔ (ایک اور روایت میں آیا ہے کہ ''یا اسے مشرک بنا دیتے ہیں۔'') [illegible]

کیا آپ جاننا چاہتے ہیں کہ

- ازروئے قرآن حکیم ہمارا دین کیا ہے؟
- ہماری دینی ذمہ داریاں کون کون سی ہیں؟
- نیکی، تقویٰ اور جہاد کی اصل حقیقت کیا ہے؟

تو مرکزی انجمن خدام القرآن کے جاری کردہ مندرجہ ذیل خط و کتابت کورسز سے فائدہ اٹھائیے:

(1) قرآن حکیم کی فکری و عملی راہنمائی کورس

(2) عربی گرامر کورس (I، II، III) (3) ترجمہ قرآن کریم کورس

مزید تفصیلات اور پراسپکٹس (مع جوابی لفافہ) کے لئے رابطہ:

شعبہ خط و کتابت کورسز، قرآن اکیڈمی 36-کے ماڈل ٹاؤن لاہور

Interestingly, while receiving influences, he had also begun reacting to that environment and that tradition in a positive and constructive way. At this stage, he represented, as it were, to quote Sidney Hook, "a type of interaction in which the individual receives influences from the historic sphere and is molded by these particular influences while he in turn exerts his influence upon the historic level."

True: in terms of personal talent, political and intellectual leadership and concrete achievements, Jinnah had contributed a good deal to the formulation of the concept of Pakistan. Yet this formulation could not have taken place but for the influences, legacies and "supports" from Indian Islam he had received in terms of traditional values, political forces, ideological orientation, institutional entities and mass response.

And he generated an astonishing mass response, if only because he was highly empathetic to Muslim yearnings and had opted out, as against Maulana Azad (1899-1958), for the Muslim Ijma on the issue of Muslim individuality in India's body politic.

And in opting out for Muslim consensus, Jinnah had fulfilled a critical Hegelian test of a great man, a zeitgeist which requires him to perceive the needs of his time and to succeed in translating them into political action. This point has been elaborated and made more explicit in Hegel's classic formulation of the relationship of a great man to his age, which, according to E.H Carr, has not been bettered. It lays down that "The great man of the age is one who can put into words the will of his age, tell his age what its will is, and accomplish it. What he does is the heart and essence of his age; he actualizes his age."

And in playing out that role superbly in the momentous decade of 1937-47, Jinnah became, as it were, the crystal in the crucible of Indo-Muslim leadership since about 1800, and the Quaid-i-Azam, first of Muslim India and, then, of Pakistan.

(The writer was Founder Director of the Quaid-i-Azam Academy, (1976-89), and authored Jinnah: Studies in Interpretation (1981), the only work to qualify for the President's award for best books on the Quaid-i-Azam).

After "A WAR ON ISLAM"
Abid ullah Jan presents new book

THE END OF DEMOCRACY

The book shows how exploitation of democracy leads to the continuation of a culture of violence, descended from the dictatorial attempts to fully dominate people as subjects; and how it operates to rely on a philosophy completely at odds with human nature and its quest for justice. The book looks into a system that best addresses all human needs and weaknesses.

From the Reviews of :

Dr. Israr Ahmad, Founder Tanzeem-e-Islami:

"Francis Fukuyama was very arrogant when he wrote it was the end of history following the collapse of the Soviet Union. I believe that assertion is very well challenged by Abid Ullah Jan with his "The End of Democracy" theory.

The author explains the alternative but avoids spoon feeding through making explicit statements such as Islam is Democracy or that True democracy is to be found in Islam. Through pointing out some key differences e.g. Divine Rights Vs. Human Rights; Human Rights vs, Duties; sovereignty with Allah (SWT) vs. the people, etc, he compels readers to use their intellect and reach the conclusion as to what is the logical alternative to the failed manmade governing mechanisms.

The author exposes the centuries old vested interests, underlying "Democratic" systems. He also assesses the validity of Muslim claim that God sent His Last Prophet Muhammad (PBUH) with His Final Message, the Qur'an, to establish the system of social justice based on it and show the practical model to the humankind. The book is an attempt to show the suffering humanity a direction towards salvation......"

Ayub Azhar Hamid, National Director Canadian Islamic Congress :

"A thought-provoking work that points towards solution for the problems caused by the failure of secular democracy....."

Distributors for Pakistan :

Al-Faisal Publishers, Urdu Bazar Lahore

Tel : 7230777

The overt Islamic strain in the definition above gets reflected and invoked in his other pronouncements during the period as well. For instance, he told the Karachi League session on December 26, 1943, "It is the Great Book, [the] Quran, that is the sheet-anchor of Muslim India. "This was reaffirmed in his address to the Punjab Muslim Students' Federation on March 19, 1944: "Our bedrock and sheet-anchor is Islam.... Islam is our guide and complete code for our life" In a like vein, the Frontier Muslim League conference was told on November 21, 1945: "The Muslims demand Pakistan, where they could rule according to their own cultural growth, traditions and Islamic laws."

Interestingly, although Jinnah's pronouncements were, for some obvious reasons, couched in general terms and in simple language, they often contained profound truths in Islamic terms. Consider, for instance, this excerpt from his speech at an Aligarh reception on March 8, 1944"

"....Pakistan started the moment the first non-Muslim was converted to Islam in India long before the Muslims, established their rule. As soon as a Hindu embraced Islam he was (an) outcaste not only religiously but also socially, culturally and economically. As for the Muslim it was a duty imposed on him by Islam not to merge his identity and individuality in an alien society. Throughout the ages, Hindus had remained Hindus and Muslims had remained Muslims and they had not merged their identities- that was the basis for Pakistan."

This, however, is not the place to discuss the historical fallacy or discrepancy in the quote above. However, was not this foreboding threat of Muslims losing their identity and individuality in the Hindu cosmos among the bases of the Waliullah movement in the mid-eighteenth century India? Again, was not this principle the prime motivating force behind Sayyid Ahmad Shahid's (1786-1831) Jihad movement against the Sikhs in northwest India in late 1820s and early 1830s? Besides, how does a people manage to keep intact its identity and individuality? Merely through political supremacy? If that be the case, then Indian Muslims should have lost their identity when they lost out to the British in the political realm during the century ending with 1857. Likewise, the Jews should have lost their identity and individuality during their long diaspora. This means that a people's identity and individuality are retained not so much by the exercise of political power- though it does contribute a good deal towards their retention – but by standing steadfast to their distinctive culture and civilization, language and literature, art and architecture, names and nomenclature, sense of values and proportion, legal laws and moral code, history and traditions, and in sum, to a distinctive outlook on life and of life: i.e. a weltanschauung.

Hence Jinnah would tell the Frontier Muslim Students Federation on June 18, 1945, "Pakistan not only means freedom and independence but the Muslim ideoligy, which has [got] to be preserved, which has come to us as a precious gift and treasure and which, we hope, others will share with us.

"Islamic principles, "Jinnah asserted at the Prophet's (PBUH) birthday meeting in Karachi, on January 25, 1948. "have no parallel..... No doubt, there are many people who do not quite appreciate when we talk of Islam...... Islam is a code for every Muslim which regulates his life and his conduct in all aspects, social, political, economic, etc,"

And he told the State Bank of Pakistan on July 1, 1948. "I shall watch with keenness the work of your Research Organization in evolving banking practices compatible with Islamic ideals of social and economic life..... We must work our destiny in our own way and present to the world and economic system based on (the) true Islamic concept [s] of equality of manhood and social justice."

As the foregoing discussion indicates, Jinnah had, of course, started out, as most other Muslim leaders did, as a secular politician. But from 1937-38 onwards, while playing out his historic role as the Quaid-i-Azam of Muslim India, he gradually moved towards an Islamic position. He began accepting influences from the environment and from the historical realm so far as Muslim India's cultural and ideological tradition was concerned. This is indicated by, among others, the fact that his pronouncements bristled with Islamic sensibility and symbolism, and that he kept his dialogue with fellow Muslims within the unified framework of Islamic postulates.

Vol: 13 Regd. No. LRL -50 No. 3

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore

View Point

Prof. Sharif-al-Mujahid

The shift in Jinnah's political discourse

It is not usually realized that when Quaid-i-Azam Jinnah took up the daunting task of g athering all the eighty million Muslims on the All India Muslim League's platform in 1936, he had to shift the nature of his political discourse somewhat. This because from the ambassador of Hindu-Muslim-unity's role he had donned during the 1910s, he had opted for the difficult, and still somewhat undefined and uncrystallised, role of a standard bearer the Muslim cause was desperately in search of. Previously, he had strenuously worked for a united Indian nation comprising Hindus, Muslims and others under a nationalist canopy and dispensation. For now, he had to strive for creating and crystallizing a pan-Indian Muslim community and constituency, without which the playing out of the new role he had set for himself would for ever remain elusive, distant, unfulfilled.

As for the foregoing discussion indicates, Jinnah had started out, as most other Muslim leaders did, as a secular politician. But from 1937 onwards, while playing out his historical role as the Quaid-i-Azam of Muslim India, he gradually moved towards an Islamic position. After 1937 his pronouncements, bristled with Islamic sensibility and symbolism were basically inspired and induced by Allama Iqbal through his letters to Jinnah.

This role, inter alia, called for a shift in his political discourse, obliging him to opt for Islam as a cultural metaphor. And this was obviously indispensable, if only to touch the hidden springs of emotions of people at the mass level, emotions that had organically and deeply lain ingrained, in their social consciousness over time. An analysis of the emphases and emphasis in his discourse during the epochal 1937-47 decade makes this all too obvious.

First, with his definition of (separate) Muslim nationhood, and his delineation of the basic principle underlying the Pakistan demand, Jinnah had argued the case for Pakistan at two levels. First, he invoked the universally recognized principle of self determination to solve the problem of nationalities in a particular geographical region a la Woodrow Wilson. This was meant to couch the demand in terms of modern political parlance and an universally accepted political framework, at least, since 1919. He, however, stipulated two conditions, which were specific to the Indian Muslim demography and orientation. First, in his marathon talks with Gandhi in September 1944, he laid down that the constituency for the plebiscite to decide upon the Pakistan demand would comprise only the Muslims, and not the entire population of the areas concerned. Second, he spelled out his reason for reaching out towards the "Pakistan" goal in his Lahore (1940) address in somewhat ideological terms: "We wish our people to develop to the fullest our spiritual, cultural, economic, social and political life in a way that we think best and in consonance with our own ideals and according to the genius of our people."

Likewise, his definition of Muslim nationhood, designed to fulfill the nationhood prerequisites in the West, as adumbrated by Ernest Renan in his famous essay on "Nationality" bristles with deep ideological overtones. "We are a nation, "he wrote to Gandhi on September 17, 1944, "with our distinctive culture and civilization, language and literature, art and architecture, names and nomenclature, sense of values and proportion, legal laws and moral code, customs and calendar, history and traditions, aptitude and ambitions; in short, we have our own distinctive outlook on life and of life. Incidentally, of all the definitions of Muslim nationhood offered since the time of Sir Syed Ahmad Khan, this was the most eloquent, the most cogent, the most closely argued, and the most firmly based in international law and on the ground reality.)